بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محضر نامہ

ناشر

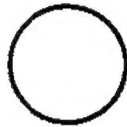
اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ

Published by:
Islam International Publications Limited
Islamabad
Sheephatch Lane, Tilford,
Surrey GU10 2AQ U. K.

Printed by:
Raqeem Press
Islamabad, U. K.

ISBN 1 85372 386 X

ترتیب



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

محضرنامہ وہ اہم تاریخی دستاویز ہے جو جماعتِ احمدیہ نے ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے سامنے اپنے مسلمان ہونے، اپنے بنیادی عقائد کی وضاحت اور جماعت پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کی تردید کے لئے پیش کی تھی اور یہ بات شروع میں ہی واضح کر دی گئی تھی کہ جماعتِ احمدیہ کے نزدیک دُنیا کی کسی اسمبلی یا عدالت کو کسی شخص یا جماعت کے مذہب کی تعیین کا قطعاً کوئی اختیار نہیں کیونکہ اِس کا اختیار صرف خدا تعالیٰ کو ہے جو دلوں کے بھید سے واقف ہے۔ اِسی طرح دردبھرے الفاظ میں یہ انتباہ بھی کیا گیا تھا کہ یہ اسمبلی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر اُمّتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اِتحاد میں رخنہ ڈالنے کا موجب نہ بنے۔ کیونکہ اِس سے ایک ایسی غلط اور خوفناک مثال قائم ہوگی جو آئندہ دوسرے فرقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

اِس افسوس ناک واقعہ کی تفصیل یُوں ہے کہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت بعض سیاسی اغراض کے تابع جن کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں۔ اُس وقت کی حکومت نے احمدیوں کو دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دے کر متشدّد علماء کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور چونکہ حزبِ اختلاف میں پہلے ہی بہت سے متشدّد علماء کا نفوذ تھا اِس لئے حزبِ اختلاف نے بھی پوری قوّت کے ساتھ حکومتِ وقت کا اِس معاملہ میں ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ بالآخر جب یہ معاملہ سوچے سمجھے سیاسی منصوبہ کے تحت اپنے منطقی انجام کو پہنچا تو حزبِ اختلاف اور حزبِ اِقتدار میں باہم اِس اَمر پر کھینچا تانی شروع ہوگئی کہ اِس مبیّنہ نوّے سالہ مسئلہ کو حل کرنے کا سہرا کِس کے سَر ہے۔

درحقیقت یہ پاکستان کی تاریخ کا ایک بہت بڑا المیہ ہے جس کے ساتھ سیاست کو مذہب میں اور مذہب کو سیاست میں دخل دینے کا اختیار دے دیا گیا۔ یہی وہ سنگین غلطی ہے جس کا خمیازہ پاکستان کی سیاست آج بُھگت رہی ہے اور آج تک اس ٹھوکر سے سنبھل نہیں سکی۔ اِس کے بعد مسلسل مُلک کی سیاست میں انتہاء پسند علماء کا رسُوخ بڑھتا رہا اور درحقیقت یہی وہ غلطی ہے جو بالآخر اُس بدنصیب مارشل لاء پر مُنتج ہوئی جس کا گیارہ سالہ دَور دوسرے مارشل لاء سے بیسیوں گُنا زیادہ منحوس ثابت ہوُا اور جس کی نحوست کا سایہ آج بھی کراچی سے لے کر پشاور تک قوم کے نصیب گہنائے ہوئے ہے اور دِن بدن مُلک نظم وضبط، اِتحاد، رواداری اور قومی یکجہتی سے محروم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خود غرض سیاست نے مذہب میں دخل دے کر جو افتراق کا بیج بویا تھا وہ کئی طرح کی نفرتوں کی فصلیں لیکر پھُوٹنے لگا اور پاکستان طبقوں، فرقوں، گروہوں اور صُوبوں میں بٹنے لگا۔

آج بدنصیبی سے مُلک کا جو حال ہے اس بارے میں اہلِ دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دراصل اس کی داغ بیل ۱۹۷۴ء ہی میں ڈال دی گئی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم کو روشنی عطا کرے اور اِس ملک کے متعلق قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو خواب دیکھا تھا اور جس کا تصوّر آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ایک عظیم چارٹر کے طور پر قوم کو عطا کیا تھا، ملک اسی خواب کی تعبیر بن جائے اور اس عظیم چارٹر کو اپنا لے۔

آپ نے فرمایا:-

"تم آزاد ہو۔ اِس مملکت پاکستان میں تم اپنے مندروں، اپنی مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے میں پوری طرح آزاد ہو۔

تمہارا مذہب، تمہاری ذات اور تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو اس کا اِس بنیادی اصول سے کوئی تعلق نہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ اَب ہمیں اِسی نصب العَین کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے پھر تم دیکھو گے کہ وقت گذرنے کے ساتھ

نہ ہندو ہندو رہیں گے نہ مسلمان مسلمان رہیں گے۔ مذہبی معنوں میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے۔ بلکہ سیاسی رنگ میں ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہوں گے۔"
(خطاب ۱۱ راگست ۱۹۴۷ء)

جو محضر نامہ جماعتِ احمدیہ کو پیش کرنے کی توفیق ملی تھی وہ من وعن ایک اہم تاریخی دستاویز کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اِس محضر نامہ کے پیش کرنے کے بعد گیارہ روز تک پاکستان کی قومی اسمبلی میں ملک کے اٹارنی جنرل اور مختلف علماء کی طرف سے جماعتِ احمدیہ پر بشدّت تنقید کی گئی اور اُس وقت کے امام جماعتِ احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیش کردہ تمام اعتراضات کا ٹھوس، مدلّل اور اطمینان بخش جواب دیا۔ یہ تمام کارروائی حکومت کی طرف سے باقاعدہ ریکارڈ کی گئی لیکن افسوس نامعلوم وجوہات کی بناء پر حکومت نے اس کارروائی کو مخفی رکھا ہوا ہے اور باوجود اِس کے کہ ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے کئی حکومتیں گزر گئیں لیکن آج تک یہ کارروائی منظرِ عام پر نہیں آئی۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ کسی حکومت کو اِس اہم کارروائی کو من وعن شائع کرنے کی جُرأت اور توفیق ملے تاکہ ساری قوم اِس حقیقت کو جان لے کہ جماعتِ احمدیہ کا موقف درحقیقت حق پر مبنی تھا۔

مزید تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ حکومتِ پاکستان نے جماعتِ احمدیہ کے سربراہ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو اِس بات کا پابند کیا کہ وہ نیشنل اسمبلی کی مذکورہ بالا کمیٹی کے سامنے خود پیش ہو کر اپنے موقف کی وضاحت کریں اور ہر قسم کے سوالات جو موقع پر اُن سے کئے جائیں اُن کے جوابات دیں۔ اِس سلسلہ میں ان کے مددگار کے طور پر یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنے ساتھ چار دیگر نمائندگان انتخاب کرلیں۔ گویا جماعتِ احمدیہ کے وفد کی کُل تعداد پانچ افراد مقرر ہوئی۔

۱۔ موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

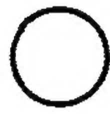
۲۔ مکرم ومحترم جناب مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری (مرحوم)

۳ - مکرم ومحترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ ایڈووکیٹ، امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد۔
۴ - مکرم ومحترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد (مؤرخِ احمدیت)

مذکورہ اجلاس سے پہلے اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے ہزاروں اعتراضات کی چھان بین کر کے چند سَو اعتراضات خصوصیّت سے جماعتِ احمدیہ کو تنقید کا ہدف بنانے کے لئے تیار کئے۔ پاکستان کا شعبۂ مذہبی امور اور محکمۂ قانون کے اٹارنی جنرل اِس کمیٹی کی بھرپور مدد کرتے رہے تب جا کر وہ سوالنامہ تیار ہؤا جسے اٹارنی جنرل نے پیش کیا۔ علاوہ ازیں بعض دوسرے علماء کو بھی بعد میں براہِ راست امام جماعتِ احمدیہ سے سوالات کرنے کی اجازت دی گئی۔

یہ محضرنامہ جو ابتداء میں پیش کیا گیا تھا اور ممبرانِ اسمبلی میں بھی تقسیم کر دیا گیا تھا بعض ممبرانِ اسمبلی نے بعد ازاں اپنے احمدی دوستوں کو ازراہِ شفقت مہیّا فرما دیا چنانچہ انہی نسخوں میں سے ایک نسخہ جماعتِ احمدیہ انگلستان تک بھی پہنچا۔ زیرِ نظر پیشکش ایک ایسے ہی نسخے پر مبنی ہے۔ جماعتِ احمدیہ انگلستان نے اِس امیّد پر اسے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ طالبانِ حق براہِ راست اسے پڑھ کر فیصلہ کر سکیں کہ جماعتِ احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کس حد تک مبنی بر انصاف اور مبنی بر تعلیماتِ اسلام ہے۔

ناشر



ایوانؔ کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر



خُدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

ایوان کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر

ہمارے محبوب ملک ـــــ پاکستان ـــــ کی قومی اسمبلی کے تمام معزز ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے سامنے اِس وقت دو قراردادیں خصوصی بحث کے لئے پیش ہیں ـــــ ان میں سے ایک حزبِ اقتدار کی طرف سے اور ایک حزبِ اختلاف کی طرف سے ہے۔

ایک اُصولی سوال

پیشتر اِس کے کہ اِن دونوں قراردادوں میں اُٹھائے جانے والے سوالات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے ہم نہایت اَدب سے یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ اُصولی سوال طے کیا جائے کہ کیا دُنیا کی کوئی اسمبلی بھی فی ذاتہٖ اِس بات کی مجاز ہے کہ

اوّل :۔ کسی شخص سے یہ بُنیادی حق چھین سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو؟

دوم :۔ یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اِس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرقے یا فرد کا کیا مذہب ہے؟

اِنسان کا بنیادی حق اور دستور

ہم اِن دونوں سوالات کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک رنگ و نسل اور جغرافیائی اور قومی تقسیمات سے قطع نظر ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو اور دُنیا میں کوئی اِنسان یا انجمن یا اسمبلی اسے اس بنیادی حق سے محروم نہیں کر سکتے۔ اقوامِ متّحدہ کے دستور العمل میں جہاں بُنیادی اِنسانی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے وہاں ہر انسان کا یہ حق بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو۔ (ضمیمہ ۱)

اِسی طرح پاکستان کے دستورِ اَساسی میں بھی دفعہ نمبر ۲۰ کے تحت ہر پاکستانی کا یہ بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اِس لئے یہ امر اُصولاً طے ہونا چاہیئے کہ کیا یہ کمیٹی پاکستان کے دستورِ اَساسی کی رُو سے زیرِ نظر قرارداد پر بحث کی مجاز بھی ہے یا نہیں؟

(اِس ضمن میں امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ایک خطبہ کا انگریزی ترجمہ، جس میں اِس پہلو پر تفصیلی بحث کی گئی ہے ضمیمہ نمبر ۲ کے طور پر لفِ ھٰذا کیا جاتا ہے)

اِنسانی **فطرت** اور **عقل** بھی کسی اسمبلی کو یہ اختیار نہیں دیتی کہ وہ کسی شخص یا فرقہ کو اِس حق سے محروم کر سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو کیونکہ ایسی صُورت میں دُنیا کی ہر اسمبلی کو یہی حق دینا پڑے گا اور اِس اُصول کو تسلیم کرنے کے ساتھ جو مختلف قبیح صورتیں پَیدا ہوں گی اُن میں سے بعض نمونۃً حسبِ ذیل ہیں:-

ا:- دُنیا کی ہر قومی اسمبلی کو فی ذاتہٖ یہ حق بھی ہو گا کہ عیسائیوں کے بعض فرقوں کو غیر عیسائی یا ہندوؤں کے بعض فرقوں کو غیر ہندو قرار دے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ب:- ہر مُلک میں موجود ہر مذہب کے ہر فرقے کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ قومی اسمبلی سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ فلاں فلاں فرقے کو غیر عیسائی یا غیر ہندو یا غیر مسلم قرار دینے پر غور کرے۔ وَعَلیٰ ھٰذا القیاس۔

ج :۔ اگر جماعتِ احمدیہ کو بالخصوص زیرِ نظر رکھنے کی وجہ حالیہ فسادات ہیں تو اِس دلیل کی رُو سے پاکستان میں اب تک جتنے بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں ـــــ یا اِمکاناً ہو سکتے ہیں ـــــ ان سب کے بارہ میں بھی اِسی پہلو سے غور کرنا ضروری اور مناسب ہو گا۔

د :۔ دُنیا کی دیگر اسمبلیوں کو بھی یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ بعض مسلمان فرقوں کو اُن کے بعض عقائد کی رُو سے غیر مسلم قرار دے دیں۔ مثلاً ہندوستان کی قومی اسمبلی کا حق تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان فرقوں کو یکے بعد دیگرے اُن فتاویٰ کی بناء پر جو اُن کے خلاف دیئے گئے غیر مسلم قرار دے کر ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت میں جذب کرے۔ (یاد رہے کہ اکثر ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں)

ھ :۔ اِسی طرح عیسائی حکومتیں اپنی عددی اکثریت کے حق کو استعمال کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرنے کی مجاز بھی ہوں گی کہ مسلمانوں کو اقلیت قرار دے کر شہری حقوق سے محروم کر دیں۔

یاد رہے کہ اِس وقت پاکستان میں عیسائی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ انہیں شہری حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے (دیکھئے پریس ریلیز جوشوا فضل الدین تتمہ ۳)

ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا صورتیں عقلاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں اور بشمول پاکستان دُنیا کے مختلف ممالک میں اَن گنت فسادات اور خرابیوں کی راہ کھولنے کا موجب ہو جائیں گی۔

قومی اسمبلی اور مذہبی اُمور پر فیصلہ کی اہلیّت

کوئی قومی اسمبلی اِس لئے بھی ایسے سوالات پر بحث کی مجاز قرار نہیں دی جا سکتی کہ کسی بھی قومی اسمبلی کے ممبران کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مذہبی اُمور پر فیصلے کے اہل بھی ہیں کہ نہیں؟

دُنیا کی اکثر اسمبلیوں کے ممبران سیاسی منشور لے کر رائے دہندگان کے پاس جاتے ہیں اور ان کا اِنتخاب سیاسی اہلیت کی بناء پر ہی کیا جاتا ہے۔ خود پاکستان میں بھی ممبرانِ اسمبلی کی بھاری اکثریت سیاسی منشور کی بناء پر اور علماء کے فتویٰ کے علی الرغم منتخب کی گئی۔

پس ایسی اسمبلی کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ کسی فرقہ کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ اس کا مذہب کیا ہے؟ یا کسی ایک عقیدہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ فلاں عقیدہ کی رُو سے فلاں شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟

اگر کسی اسمبلی کی اکثریت کو محض اِس بناء پر کسی فرقہ یا جماعت کے مذہب کا فیصلہ کرنے کا مجاز قرار دیا جائے کہ وہ ملک کی اکثریت کی نمائندہ ہے تو یہ موقف بھی نہ عقلاً قابلِ قبول ہے نہ فطرتاً نہ مذہبًا ـــــ اِس قسم کے امور خود جمہوری اصولوں کے مطابق ہی دُنیا بھر میں جمہوریّت کے دائرۂ اختیار سے باہر قرار دیئے جاتے ہیں۔ اِسی طرح تاریخِ مذہب کی رُو سے کسی عہد کی اکثریت کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ کسی کے مذہب کے متعلق کوئی فیصلہ دے ـــــ اگر یہ اُصول تسلیم کر لیا جائے تو نعوذ باللہ دُنیا کے تمام انبیاء علیہم السّلام اور ان کی جماعتوں کے متعلق ان کے عہد کی اکثریّت کے فیصلے قبول کرنے پڑیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ظالمانہ تصوّر ہے جسے دُنیا کے ہر مذہب کا پیرو کار بِلا توقّف ٹھکرا دے گا۔

قرآنِ کریم اور ارشاداتِ نبویؐ کا واضح ثبوت

قرآن کریم اور ارشاداتِ نبویؐ کی رُو سے بھی کسی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ جبرًا کسی کا مذہب تبدیل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: ۲۵۶) یعنی "دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر (جائز) نہیں"۔ اگر جسمانی ایذا رسانی کے ذریعے زبردستی کسی کا مذہب تبدیل کیا گیا ہو جبکہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل: ۱۰۶) دِل حسبِ سابق ایمان پر قائم ہو تو ایسا طریق بھی لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی تعلیم کے منافی ہے۔ اور زبردستی کسی مسلمان کو غیر مسلم یا ہندو کو مسلم قرار دینا بھی جبکہ اوّل الذکر اِسلام پر شرح صدر رکھتا ہو اور مؤخر الذکر ہندو مذہب پر ـ تو یہ بھی آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی نافرمانی میں داخل ہو گا ـــــ اِسکی مزید تائید آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء: ۹۴) کر رہی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ جو تمہیں مسلمانوں کی طرح "السلام علیکم" کہے اُسے یہ کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں کہ تُو مومن نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان یہی ہے کہ جو شخص توحیدِ باری تعالیٰ کا اقرار کرے اس پر یہ اِلزام

لگانا کہ وہ زبان سے تو اقرار کر رہا ہے مگر دِل سے مُنکر ہے لہٰذا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اپنے حدِ اختیار سے تجاوز کرنا ہے۔ چنانچہ ذیل کی حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بالبداہت اِس امر پر روشنی ڈال رہی ہے :۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جُہینہ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح صبح اُن کے چشموں پر ہی اُن کو جا لیا۔ مَیں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اس کو جا لیا اور اسے مغلوب کر لیا تو وہ بول اُٹھا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ (خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) اِس بات سے میرا انصاری ساتھی اس سے رُک گیا لیکن مَیں نے اس پر نیزے کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس بات کا علم ہؤا تو آپؐ نے فرمایا اَے اُسامہ کیا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لینے کے باوجود تم نے اُسے قتل کر دیا ؟ مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ صرف بچاؤ کے لئے (یہ الفاظ) کہہ رہا تھا۔ آپؐ بار بار یہ دُہراتے جاتے تھے یہاں تک کہ مَیں نے تمنا کی کہ کاش آج سے پہلے مَیں مسلمان ہی نہ ہوتا ——— اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ اس نے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کر لیا پھر بھی تُو نے اُسے قتل کر دیا ؟ مَیں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا آپؐ نے فرمایا کہ کیوں نہ تُو نے اُس کا دِل چیر کر دیکھا کہ اُس نے دِل سے کہا ہے یا نہیں؟ حضورؐ نے یہ بات اِتنی بار دُہرائی کہ مَیں تمنا کرنے لگا کہ کاش مَیں آج مسلمان ہؤا ہوتا۔

(بخاری کتاب المغازی باب بعث النّبی اُسامة بن زید الی الحرقات من جھینة صؔ۶۱۲)

قرار دادوں پر اِسلامی نقطۂ نگاہ سے ایک بُنیادی اِعتراض

اِس سلسلہ میں نہایت اَدب سے یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ نیشنل اسمبلی کے سامنے جس صورت میں موجودہ ریزولیوشن پیش ہؤا ہے اس پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایک نہایت اہم اور بُنیادی اعتراض وارد

ہوتا ہے جس کی روشنی میں موجودہ قرارداد پر غور کرنے سے قبل اس نکتۂ استحقاق کا فیصلہ ضروری ہے۔

وہ یہ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ "سَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً" کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔

حضرت محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ جو مسلمانانِ حجاز کی بھاری اکثریت اور اعلیٰ حضرت شاہ فیصل کے عقیدہ کے مطابق بارھویں صدی کے مجدد تھے مندرجہ بالا حدیث درج کرکے ارشاد فرماتے ہیں:-

"فَهٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ اَجَلُّ الْمَسَائِلِ فَمَنْ فَهِمَهَا فَهُوَ الْفَقِيْهُ وَمَنْ عَمِلَ بِهَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ"

(مختصر سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۳، ۱۴۔ الامام محمد بن عبد الوہاب مطبوعہ قاہرہ)

یعنی تہتّر فرقوں میں سے بہتّر کے ناری اور ایک کے جنّتی ہونے کا مسئلہ ایک عظیم الشّان مسئلہ ہے جو اسے سمجھتا ہے وہی فقیہہ ہے اور جو اس پر عمل کرتا ـــــ یعنی بہتّر فرقوں کو عملاً ناری اور ایک کو جنّتی قرار دیتا ہے صرف اور صرف وہی مسلمان ہے۔

جماعتِ اسلامی کا مشہور آرگن "ترجمان القرآن" بابت جنوری ۱۹۴۵ء لکھتا ہے:-

"اِسلام میں اکثریّت کا کسی بات پر متفق ہونا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے نہ اکثریّت کا نام سوادِ اعظم ہے نہ ہر بھیڑ جماعت کے حکم میں داخل ہے اور نہ کسی مقام کے مولویوں کی کسی جماعت کا کسی رائے کو اختیار کر لینا اجماع ہے..... اس مطلب کی تائید اس حدیثِ نبوی سے ہوتی ہے جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے:-

اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً۔ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً۔ قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔

یعنی بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی جو سب کے سب جہنّم میں پڑ جائیں گے بجز ایک کے۔ لوگوں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہوں گے یا رسول اللہ؟

آپؐ نے فرمایا وہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔"

یہ گروہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا بلکہ اس اُمّت کے تہتّر فرقوں میں سے ایک ہوگا اور اس معمورۂ دُنیا میں اس کی حیثیّت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی جیسا کہ فرمایا:-

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ۔

..... پس جو جماعت محض اپنی کثرتِ تعداد کی بناء پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے ..... اس کے لئے تو اس حدیث میں امّید کی کوئی کرن نہیں کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دُو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی دوسری یہ کہ نہایت اقلیّت میں ہوگی۔"

(ترجمان القرآن جنوری، فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶ مرتّبہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان کے بالکل برعکس اپوزیشن کے علماء کی طرف سے پیشکردہ ریزولیوشن یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ کے بہتّر فرقے تو جنّتی ہیں اور صرف ایک دوزخی ہے جو قطعی طور پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک کے خلاف اور آپ کی صریح گستاخی کے مترادف ہے۔

لہٰذا موجودہ شکل میں اِس ریزولیوشن پر غور کرنا بلکہ پیش کیا جانا اسلامی مملکتِ پاکستان کی معزّز قومی اسمبلی کو ہرگز زیب نہیں دیتا البتہ اگر یہ قرار داد اِس رنگ میں پیش ہو کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی

میں واحد ناجی فرقہ کا تعیّن کیا جائے جو اس معمورۂ دُنیا میں اجنبی اور اقلیّت میں ہوگا تو ایسا کرنا عین منشاءِ نبویؐ کے مطابق ہوگا۔

حق وصداقت کے تقاضوں کو پُورا کرنے کی درخواست

مندرجہ بالا اُمور کی روشنی میں ہم مؤدّبانہ مگر پُرزور گزارش کرتے ہیں کہ پاکستان کی قومی اسمبلی ایسے معاملات پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے سے گریز کرے جن کے متعلق فیصلہ کرنا اور غور کرنا بُنیادی اِنسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ اقوامِ متّحدہ کے منشور اور پاکستان کے دستورِ اساسی کے خلاف ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم اور ارشاداتِ نبویؐ کے بھی سراسر منافی ہے اور بہت سی خرابیوں اور فساد کو دعوت دینے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ مزید برآں پاکستان کی قومی اسمبلی کی قائم کردہ یہ مثال دیگر ممالک میں بسنے والے اقلیتی مذاہب اور فرقوں کے لئے شدید مُشکلات کا مُوجب بن سکتی ہے۔ بہرحال اگر پاکستان کی قومی اسمبلی مندرجہ بالا گزارشات کو نظر انداز کرتے ہوئے خود کو اِس امر کا مجاز تصوّر کرے کہ وہ اِسلام کی طرف منسوب ہونے والے کِسی بھی فرقہ کو کسی عقیدہ یا قرآن کریم کی کسی آیت کی مختلف تشریح کی بناء پر دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دینے کی مجاز ہے تو ہم یہ تجویز کریں گے کہ ایسی صُورت میں حتّی المقدور احتیاط برتی جائے اور عقل و انصاف کے تقاضوں کو حدِّ امکان تک پُورا کیا جائے اور ہرگز ایسے رنگ میں اِس مسئلہ پر ہاتھ نہ ڈالا جائے کہ غیر جانبدار دُنیا کی نظر میں یہ معاملہ تضحیک کا موجب ہو اور قومی وقار کو ٹھیس پہنچانے کا باعث بنے۔

سربراہِ قوم جنابِ وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے بھی قوم سے اپنی نشری تقریر بتاریخ ۱۳ رمئی میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ زیرِ نظر مسئلہ کو عمدگی اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل کیا جائے گا۔ قوم کے سربراہ کے اِس حتمی وعدہ کی بناء پر قومی اسمبلی پر دوہری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ اِس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے انصاف اور معقولیّت کے تقاضوں کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

مُسلمان کی تعریف

اور

جماعتِ احمدیہ کا موقف

مسلمان کی تعریف اور جماعتِ احمدیہ کا موقف

دُنیا بھر میں یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ کسی فرد یا گروہ کی نَوع معیّن کرنے سے قبل اس نَوع کی جامع و مانع تعریف کر دی جاتی ہے جو ایک کسوٹی کا کام دیتی ہے اور جب تک وہ تعریف قائم رہے اِس بات کا فیصلہ آسان ہو جاتا ہے کہ کوئی فرد یا گروہ اس نَوع میں داخل شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اِس لحاظ سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اِس مسئلے پر مزید غور سے قبل مسلمان کی ایک جامع و مانع متّفق علیہ تعریف کی جائے جس پر نہ صرف مسلمانوں کے تمام فرقے متّفق ہوں بلکہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اس تعریف پر اتفاق ہو۔ اِس ضمن میں مندرجہ ذیل تنقیحات پر غور کرنا ضروری ہوگا :۔

ا :۔ کیا کتاب اللہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کی کوئی تعریف ثابت ہے جس کا اطلاق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلا اِستثناء کیا گیا ہو ؟ اگر ہے تو وہ تعریف کیا ہے ؟

ب :۔ کیا اس تعریف کو چھوڑ کر جو کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں اس کا اطلاق ثابت ہو۔ کسی زمانہ میں بھی کوئی اَور تعریف کرنا کسی کے لئے جائز قرار دیا جا سکتا ہے ؟

ج :۔ مذکورہ بالا تعریف کے علاوہ مختلف زمانوں میں مختلف علماء یا فرقوں کی طرف سے اگر مسلمان کی کچھ دوسری تعریفات کی گئی ہیں تو وہ کون کونسی ہیں ؟ اور اوّل الذکر شق میں بیان کردہ تعریف کے مقابل پر انکی کیا شرعی حیثیّت ہوگی ؟

د :۔ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتنۂ اِرتداد کے وقت کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا آپؓ کے صحابہؓ نے یہ ضرورت محسوس فرمائی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج شدہ تعریف میں کوئی ترمیم کریں ؟

ذ :۔ کیا زمانۂ نبویؐ یا زمانۂ خلافتِ راشدہ میں کوئی ایسی مثال نظر آتی ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ

رَّسُوْلُ اللہِ کے اِقرار کے اور دیگر چار ارکانِ اسلام یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج پر ایمان لانے کے باوجود کسی کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو؟

س:۔ اگر اِس بات کی اجازت ہے کہ پانچ ارکانِ اسلام پر ایمان لانے کے باوجود کسی کو قرآن کریم کی بعض آیات کی ایسی تشریح کرنے کی وجہ سے جو بعض دیگر فرقوں کے علماء کو قابلِ قبول نہ ہو دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دے دیا جائے۔ یا ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دے دیا جائے جو بعض دیگر فرقوں کے نزدیک اِسلام کے منافی ہے تو ایسی تشریحات اور عقائد کی تعیین بھی ضروری ہوگی تاکہ مسلمان کی مثبت تعریف میں یہ شق داخل کر دی جائے کہ پانچ ارکانِ اِسلام کے باوجود اگر کسی فرقہ کے عقائد میں یہ یہ اُمور داخل ہوں تو وہ دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دیا جائے گا۔

ص:۔ پنج ارکانِ اسلام پر ایمان کے باوجود اگر مسلمان فرقوں کی تکفیر کا کوئی ایسا دروازہ کھول دیا جائے جس کا ذکر شق "ر" میں ہے تو ایسے تمام اُمور پر نظر کرنا عقلاً اور اِنصافاً ضروری ہے جن پر بناء کرتے ہوئے مختلف علماء نے اپنے فرقہ کے علاوہ دیگر فرقوں کو قطعًا کافر، مُرتد یا دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دیا ـــــ مثال کے طور پر چند اُمور درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

ا:۔ قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا عقیدہ۔ (اشاعرہ۔ حنابلہ)

ب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بَشر نہیں بلکہ نُور یقین کرنا۔ (بریلوی)

ج:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نُور نہیں بلکہ بَشر یقین کرنا۔ (اہلحدیث)

د:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان رکھنا کہ حاضر ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی۔ (بریلوی)

ھ:۔ یہ ایمان رکھنا کہ فوت شدہ بزرگان سے امداد طلب کرنا جائز ہے اور بہت سے وفات یافتہ اَولیاء یہ طاقت رکھتے ہیں کہ عند الطلب کسی کی مُراد پُوری کر سکتے ہیں۔ (بریلوی)

و:۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن کے سوا شریعت میں کوئی اَور چیز مُعتبر نہیں لہٰذا ہم سُنّتِ رسولؐ اور احادیثِ رسولؐ کی پَیروی کے پابند نہیں خواہ کیسے ہی تواتر اور قوی روایات سے ہم تک پہنچی

ہوں۔ (چکڑالوی۔ پرویزی)

ز :۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن کے تیس پاروں میں درج سُورتوں کے علاوہ بھی کچھ سُورتیں ایسی نازل ہوئی تھیں جن میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا ذکر پایا جاتا تھا لیکن وہ سُورتیں ضائع کر دی گئیں لہٰذا جو قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہؤا تھا وہ مکمّل صورت میں ہم تک نہیں پہنچا۔

(غالی شیعہ)

ح :۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ جماعت خانوں میں پنجوقتہ نماز کی بجائے کسی بزرگ کی تصویر سامنے رکھ کر مُناجات کرنا جائز ہے اور خدا سے مخاطب ہونے کی بجائے اس بزرگ کی تصویر سے مخاطب ہو کر دُعا کرنی جائز ہے اور یہی دُعا نماز کے قائم مقام ہے۔ (اسمٰعیلی فرقہ)

ط :۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ پنج تن پاک اور چھ دیگر صحابہؓ کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ بشمولیّت خلفائے راشدینِ ثلاثہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب اِسلام سے برگشتہ ہو چکے تھے اور عیاذاً باللہ منافق کا درجہ رکھتے تھے۔ نیز یہ عقیدہ کہ پہلے تین خلفاء نعوذ باللہ غاصب تھے اِس لئے ان پر تبرّا کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ (شیعہ)

ی :۔ کِسی بزرگ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا اس میں عارضی یا مُستقل طور پر حلول فرما چکا ہے۔

(حلولی فرقہ)

مندرجہ بالا تنقیحات پر غور کرنا اِس لئے ضروری ہے کہ قطعی اور ٹھوس شواہد سے یہ ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے متعلق مختلف مسلمان فرقوں کے علماء اور مجتہدین قطعی فتویٰ صادر فرما چکے ہیں کہ ایسے عقائد کے حامل خواہ دیگر ضروریاتِ دین پر ایمان بھی رکھتے ہوں یقیناً دائرۂ اِسلام سے خارج ہیں اور اُن کے کُفر میں شک کرنے والا بھی بِلاشُبہ خارج از اِسلام قرار دیا جائے گا۔

اِس ضمن میں بعض فتاوٰی ضمیمہ نمبر ۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

مندرجہ بالا اُمور کی روشنی میں ہم پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ اگر حقیقتاً عقل اور انصاف کے تقاضوں کو

پیشِ نظر رکھتے ہوئے اِسلام میں جماعتِ احمدیہ کی حیثیت پر غور فرمانا مقصود ہے یا اِسلام میں آیت خاتم النّبیّین کی کسی تشریح کے قائل ہونے والے کسی فرد یا فرقہ کی حیثیت کا تعین کرنا مقصود ہے تو پھر ایسا پیمانہ تجویز کیا جائے جس میں ہر منافی اِسلام عقیدہ رکھنے والے کے کُفر کو ماپا جاسکتا ہو اور اس پیمانہ میں جماعتِ احمدیہ کیلئے بہرحال کوئی گنجائش نہیں۔

مندرجہ بالا تمام سوالات کے بارے میں جماعتِ احمدیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

اوّل:۔ جماعتِ احمدیہ کے نزدیک مسلمان کی صرف وہی تعریف قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہوسکتی ہے جو قرآنِ عظیم سے قطعی طور پر ثابت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر مروی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسی پر عمل ثابت ہو۔ اِس اصل سے ہٹ کر مسلمان کی تعریف کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے گی وہ رخنوں اور خرابیوں سے مبرّا نہیں ہوگی بالخصوص بعد کے زمانوں میں (جب کہ اِسلام بٹتے بٹتے بہتّر فرقوں میں تقسیم ہوگیا) کی جانے والی تمام تعریفیں اِس لئے بھی رَد کرنے کے قابل ہیں کہ ان میں آپس میں تضاد پایا جاتا ہے اور بیک وقت اُن سب کو قبول کرنا ممکن نہیں —— اور کسی ایک کو اختیار کرنا اِس لئے ممکن نہیں کہ اِس طرح ایسا شخص دیگر تعریفوں کی رُو سے غیر مسلم قرار دیا جائے گا اور اس دَلدَل سے نکلنا کسی صورت میں ممکن نہیں رہے گا۔ جسٹس محمد منیر نے ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے دَوران جب مختلف علماء سے مسلمان کی تعریف پر روشنی ڈالنے کے لئے کہا تو افسوس ہے کہ کوئی دُو عالم بھی کسی ایک تعریف پر متفق نہ ہوسکے۔ چنانچہ اِس بارے میں جسٹس منیر صاحب افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"علماء کی طرف سے کی گئی مختلف تعریفوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کیا اِس امر کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم کسی قسم کا تبصرہ کریں سوائے اس کے کہ کوئی بھی دُو عالمانِ دین اِس بنیادی مسئلہ پر متفق نہیں —— اگر ہم بھی ایک عالمِ دین کی طرح اپنی طرف سے ایک تعریف کریں اور وہ باقی تمام تعریفوں سے مختلف ہو تو ہم خود بخود دائرۂ اسلام سے خارج

ہو جائیں گے ـــــــ اور اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی طرف سے کی گئی تعریف اختیار کریں تو ہم اس عالم کے نظریہ کے مطابق تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسری ہر تعریف کے مطابق کافر۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۱۸)

جسٹس منیر جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسلمان کی تعریف کے بارہ میں رپورٹ کی تدوین تک کبھی کوئی ایسا اجماع نہیں ہؤا جسے سلفِ صالحین کی سند حاصل ہو لہٰذا آج اگر کوئی بظاہر متفق علیہ تعریف پیش کی جائے تو اسے اُمّت کی اجماعی تعریف ہرگز قرار نہیں دیا جائے گا اور اُسے سلفِ صالحین کی سند حاصل نہیں ہو گی۔

پس جماعتِ احمدیہ کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کی وہی دستوری اور آئینی تعریف اِختیار کی جائے جو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مُبارک سے ارشاد فرمائی اور جو اسلامی مملکت کے لئے ایک شاندار چارٹر کی حیثیّت رکھتی ہے جس کے لئے ہم تین احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ حضرت جبریل علیہ السّلام آدمی کے بھیس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضور سے پُوچھا:۔

"یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ: اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ قَالَ صَدَقْتَ۔ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْئَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ۔"

(مسلم کتاب الایمان)

۲۔ "جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ فَقَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُھَا؟ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصِیَامُ رَمَضَانَ قَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُہٗ؟ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَکَرَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الزَّکَاةَ قَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُھَا؟ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَھُوَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ لَا اَزِیْدُ عَلٰی ھٰذَا وَلَا اَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ۔" (صحیح بخاری کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۱ مصری)

ترجمہ حدیث ۱ :- کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اِسلام کے بارے میں مطلع فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اِسلام یہ ہے کہ تُو گواہی دے کہ اللہ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں نیز یہ کہ تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر راستہ کی توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس شخص نے کہا کہ حضورؐ نے بجا فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں اس پر تعجب آیا کہ سوال بھی کرتا ہے اور جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اُس شخص نے پوچھا کہ مجھے ایمان کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ پر ایمان لائیں۔ اُس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر ایمان لائیں۔ نیز یومِ آخر پر ایمان لائیں اور قضاء و قدر کے بارے میں خیر و شر پر بھی ایمان لائیں۔ اُس شخص نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا ہے۔

ترجمہ حدیث ۲ :- اہلِ نجد میں سے ایک شخص پراگندہ بالوں والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سنتے تھے مگر اس کی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص زیادہ قریب ہوگیا تو معلوم ہؤا کہ وہ حضورؐ سے اِسلام کے بارے میں دریافت کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں مقرر ہیں۔ اس نے کہا کہ اِن پانچ کے علاوہ اَور بھی نمازیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں بجز اس کے کہ

تم بطور نفل ادا کرنا چاہو۔حضورؐ نے پھر فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے پوچھا کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور بھی روزے فرض ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں سوائے اسکے کہ تم بطور نفل رکھنا چاہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی اور ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں سوائے اس کے کہ تم بطور نفل زیادہ ادا کرنا چاہو۔ وہ شخص مجلس سے اُٹھ کر چل پڑا اور یہ کہہ رہا تھا کہ بخدا میں ان احکام پر نہ زیادہ کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا —— رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے اس قول میں سچا ثابت ہؤا تو ضرور کامیاب ہو جائے گا۔

۳ - " مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ "

(بخاری جلد اوّل باب فضل استقبال القبلۃ)

" جس شخص نے وہ نماز ادا کی جو ہم کرتے ہیں۔ اُس قبلہ کی طرف رُخ کیا جس کی طرف ہم رُخ کرتے ہیں اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اُس کے رسُول کا ذمّہ ہے۔ پس تم اللہ کے دئے ہوئے ذمّے میں اس کے ساتھ دغا بازی نہ کرو۔"[ل]

ہمارے مقدّس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس تعریف کے ذریعہ آنحضورؐ نے نہایت جامع و مانع الفاظ میں عالمِ اسلامی کے اتّحاد کی بین الاقوامی بُنیاد رکھ دی ہے اور ہر مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ اِس بُنیاد کو اپنے آئین میں نہایت واضح حیثیّت سے تسلیم کرے ورنہ اُمّتِ مُسلمہ کا شیرازہ ہمیشہ بکھرا رہیگا اور فتنوں کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا —— قرونِ اُولیٰ کے بعد گزشتہ چودہ صدیوں میں مختلف زمانوں

ل حدیثِ نبویؐ کا یہ ترجمہ جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے رسالہ " دستوری سفارشات پر تنقید" صفحہ ۱۴، ۱۵ سے لیا گیا ہے ؛

میں مختلف علماء نے اپنی من گھڑت تعریفوں کی رُو سے کُفر کے جو فتاوٰی صادر فرمائے ہیں ان سے ایسی بھیانک صُورتِ حال پیدا ہوئی ہے کہ کسی ایک صدی کے بزرگانِ دین، علمائے کرام، صوفیاء اور اولیاء اللہ کا اِسلام بھی ان تعریفوں کی رُو سے بچ نہیں سکا اور کوئی ایک فرقہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جس کا کُفر بعض دیگر فرقوں کے نزدیک مسلّمہ نہ ہو۔ اِس ضمن میں ضمیمہ نمبر ۵ لفِ ہٰذا کیا جاتا ہے۔

فتاوٰئ کُفر کی حیثیّت

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان فتاوٰی کُفر کی کیا حیثیّت ہے اور کیا کوئی عالمِ دین اِنفرادی حیثیّت سے یا اپنے فرقہ کی نمائندگی میں کسی دوسرے فرد یا فرقہ پر کُفر کا فتویٰ دینے کا مجاز ہے یا نہیں اور ایسے فتاوٰی سے اُمّتِ مسلمہ کی اِجتماعی حیثیّت پر کیا اثر پڑے گا؟

جماعتِ احمدیہ کے نزدیک ایسے فتاوٰی کی حیثیّت اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ بعض علماء کے نزدیک بعض عقائد اِس حد تک اِسلام کے منافی ہیں کہ ان عقائد کا حامل عند اللہ کافر قرار پاتا ہے اور قیامت کے روز اس کا حشر نشر مسلمانوں کے درمیان نہیں ہوگا۔ اِس لحاظ سے ان فتاوٰی کو اِس دُنیا میں محض ایک اِنتباہ کی حیثیّت حاصل ہے اور جہاں تک دُنیا کے معاملات کا تعلق ہے کسی شخص یا فرقے کو اُمّتِ مُسلمہ کے وسیع تر دائرہ سے خارج کرنے کا اہل یا مجاز قرار نہیں دیا جاسکتا یہ معاملہ خدا اور بندے کے درمیان ہے اور اس کا فیصلہ قیامت کے روز جزا سزا کے دن ہی ہوسکتا ہے دُنیا کے معاملات میں ان فتاوٰی کا اطلاق اُمّتِ مُسلمہ کی وحدت کے لئے اِنتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے اور کسی فرقے کے علماء کے فتویٰ کے پیشِ نظر کسی دوسرے فرقہ یا فرد کو اِسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہ موقف کہ ایک فرقہ کے کُفر کے بارہ میں اگر باقی تمام فرقوں کا اِتّفاق ہو جائے تو ایسی صُورت میں دائرۂ اِسلام سے اس فرقہ کا اخراج جائز قرار دیا جاسکتا ہے اِس بناء پر غلط اور نامعقول ہے کہ (جیساکہ

ضمیمہ میں درج شدہ فتاوٰی کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا) عملاً مسلمانوں کے ہر فرقہ میں کچھ نہ کچھ اِعتقادات ایسے پائے جاتے ہیں جن کے متعلق اکثر فرقوں کا یہ اِتفاق ہے کہ ان کا حامل دائرۂ اِسلام سے خارج ہے اور یہ صورتِ حال آسمانی حَکم وعَدل کا تقاضہ کرتی ہے۔

اگر آج بعض اِختلافات کی بناء پر جماعتِ احمدیہ کے خلاف دیگر تمام فرقوں کا اِتّفاق ممکن ہے تو کل اہلِ تشیّع کے خلاف ان کے بعض خصوصی عقائد کے بارے میں بھی ایسا ہونا ممکن ہے۔ اور اہلِ قرآن اَلموسُوم چکڑالوی یا پرویزی کے متعلق بھی ایسا ہو سکتا ہے اور اہلِ حدیث، وہابی یا دیوبندیوں کے بعض عقائد کے متعلق بھی دیگر فرقوں کے علماء کا عملاً اِتفاق ہے۔ پس سوادِ اعظم کا لفظ ایک مبالغہ آمیز تصور ہے۔ کسی ایک فرقہ کو خاص طور پر مدِّنظر رکھا جائے تو اس کے مقابل پر دیگر تمام فرقے سوادِ اعظم کی حیثیت اِختیار کر جائیں گے اور اِس طرح باری باری ہر ایک فرقہ کے خلاف بقیہ سوادِ اعظم کا فتوٰی کُفر ثابت ہوتا چلا جائے گا۔

ہمارے نزدیک یہ فتاوٰی ظاہر پر مبنی ہیں اور فی ذاتہا ان کو جنّت کا پروانہ یا جہنّم کا وارنٹ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک حقیقتِ اِسلام کا تعلق ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں ہم حقیقی مسلمان کی تعریف درج کرتے ہیں:۔

"اِصطلاحی معنے اِسلام کے وہ ہیں جو اِس آیتِ کریمہ میں اُس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اِعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔

"اِعتقادی" طور پر اِس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی طاعت اور اس کے عشق اور محبّت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور "عملی" طور پر اِس طرح سے کہ خالصاً لِلّٰہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوّت سے متعلق اور ہر یک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجالاوے مگر ایسے ذوق وشوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبودِ حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے ......

اَب آیاتِ ممدوحہ بالا پر ایک نظرِ غور ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اِسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہوسکتی ہے کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی وظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی مُعطیٔ حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اِعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اِسلام اور اس کی حقیقتِ کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعیٔ اِسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پَیر اور دِل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حلم اور اس کا علم اور اس کی تمام رُوحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزّت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سَر کے بالوں سے پَیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیّات اور اس کے دِل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اُس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدقِ قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔

اور اِن آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقتِ اسلام ہے دوؔ قسم پر ہے۔ ایکؔ یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبّت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اُس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیّت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بہ دل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلّل سے ان سب حکموں اور حدّوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادتِ تام سر پر اُٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اُس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اُس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اُس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اُس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچّی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جائے دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دُکھ اُٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔

اِس تقریر سے معلوم ہوا کہ اِسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی اِنسان کبھی اِس شریف لقب اہلِ اِسلام سے حقیقی طور پر ملقّب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخُدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیّت سے معہ اُس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اُٹھا کر اُسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔

پس حقیقی طور پر اُسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا کہ جب اُس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت اِنقلاب وارد ہو کر اُس کے نفسِ امّارہ کا نقشِ ہستی معہ اُس کے تمام جذبات کے یک دفعہ مِٹ جائے اور پھر اِس موت کے بعد مُحسِن للہ ہونے کے نئی زندگی اُس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی

پاک زندگی ہو جو اُس میں بجز طاعتِ خالق اور ہمدردئ مخلوق کے اَور کچھ بھی نہ ہو۔

خالق کی طاعت اِس طرح سے کہ اُس کی عزّت وجلال اور یگانگت ظاہر کرنے کیلئے بے عزّتی اور ذلّت قبول کرنے کے لئے مُستعد ہو اور اُس کی وحدانیّت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں مَوتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشئ خاطر کاٹ سکے اور اُس کے اَحکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوّتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیئے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کرلے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔

اور خلق اللہ کی خدمت اِس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طُرق کی راہ سے قسّامِ اَزل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے۔ اِن تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچّی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوّت سے مدد دے اور اُن کی دُنیا و آخرت دونوں کی اِصلاح کے لئے زور لگاوے ـــــــ

سو یہ عظیم الشّان للّٰہی طاعت وخدمت جو پیار اور محبّت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حنفیّتِ تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اِسلام اور اِسلام کی حقیقت اور اِسلام کا لُبِّ لُباب ہے جو نفس اور خلق اور ہَوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنے کے بعد ملتا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اِسلام صفحہ ۵۷ تا ۶۲)



مقامِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اور

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی عارفانہ تحریرات

اِنکارِ ختمِ نبوّت کے اِلزام کا تجزیّہ

یہ اِلزام بالبداہت غلط ہے اور اِفتراء پردازی کے مترادف ہے کہ نعوذ باللہ جماعتِ احمدیہ آیت "خاتم النّبیین" کی مُنکر ہے اور آنحضور حضرت محمد مصطفٰے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النّبیین" تسلیم نہیں کرتی۔ تعجب ہے کہ یہ اِلزام مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے ایک ایسی جماعت پر لگایا جاتا ہے جو یہ پختہ ایمان رکھتی ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت تو کُجا ایک شعشہ یا ایک نقطہ بھی منسوخ نہیں حالانکہ اسکے برعکس دیگر فرقوں کے علماء کے نزدیک قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہیں اور اَب ان کی مثال گویا انسانی جسم میں اپینڈکس کی سی ہے۔ پھر کیا یہ تعجّب کی بات نہیں کہ قرآن کریم میں پانچ سے لے کر پانچ صد آیات تک منسوخ ماننے والے فرقے ایک ایسے فرقے پر قرآن کریم کی کسی آیت کے انکار کا اِلزام لگا رہے ہیں جو پانچ تو درکنار ایک آیت کے ایک نقطہ تک کی تنسیخ کا قائل نہیں ؏

ناطقہ سَر بگریباں کہ اِسے کیا کہئے

> "ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ہمارا اِعتقاد جو ہم اِس دُنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیقِ باری تعالیٰ اِس عالَمِ گزران سے کُوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النّبیین و خیر المرسلین" ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔"
>
> (ازالۂ اوہام)

زبردستی اور دھونس کے سوا اِسے اَور کیا قرار دیا جا سکتا ہے؟ جب جماعتِ احمدیہ کی طرف سے یہ اصرار کیا جاتا ہے کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اِسی کی بار بار ہمیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے تلقین کی گئی ہے کہ قرآن خدا کی آخری اور کامل کتاب اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے آخری اور کامل رسُول اور خاتم النّبیین

ہیں تو مخالف علماء کی طرف سے ہمیں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ تم یہ کہنے کے باوجود کسی نہ کسی معنیٰ میں نبی کے آنے کے اِمکان کو باقی سمجھتے ہو لہٰذا اِس آیتِ کریمہ کے مفہوم کا اِنکار کرتے ہو۔پس عملاً آیت ہی کے مُنکر شمار ہوگے۔

مخالفینِ جماعت کا یہی وہ سب سے بڑا دھکّہ ہے جس کے زور سے وہ جماعتِ احمدیہ کو اِسلام کے دائرہ سے باہر دھکیل دینے کا عزم لے کر اُٹھے ہیں۔ آیئے ذرا ٹھنڈے دِل سے اِس الزام کی حقیقت کا جائزہ لیں اور بڑے تحمّل اور انصاف کے ساتھ یہ فیصلہ کریں کہ یہ الزام لگانے والے کس حد تک حق بجانب ہیں اور کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ خود ہی اپنے عائد کردہ اِلزام کی زَد میں آ رہے ہوں اور بجا طور پر اس آیت کے مُنکر قرار دیئے جانے کے سزاوار ٹھہریں۔

جماعتِ احمدیہ کا موقف یہ ہے کہ ہم آیت خاتم النّبیّین کے تمام ایسے معانی پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن و حدیث، اجماعِ سَلفِ صالحین اور محاورۂ عرب اور لُغتِ عربی کے مطابق ہوں۔ہم اِس آیت کے لفظی معانی پر بھی ایمان لاتے ہیں اور حقیقی معنوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سب کامل ہیں۔نبیوں کی مُہر اور نبیوں کی زینت ہیں۔نبوّت کے سب کمالات آپؐ پر ختم ہوگئے اور ہر فضیلت کی کُنجی آپؐ کو تھمائی گئی۔آپؐ کی شریعت یعنی قرآن و سُنّت کا سِکّہ تا قیامت چلتا رہے گا اور دُنیا کے ہر کونے پر محیط ہوگا اور ہر انسان اُسے ماننے کا مکلّف ہوگا اور کوئی نہیں جو ایک شعشہ بھی اِس شریعت کا منسوخ کر سکے۔پس آپؐ آخری شریعت کے حامل رسول اور آخری واجب الاطاعت امام ہیں۔ آپؐ سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں جسمانی لحاظ سے بھی اور رُوحانی لحاظ سے بھی۔ اور آپؐ کی اِس ضربِ خاتمیّت سے کوئی نبی کسی پہلو سے بچ نہیں سکتا۔آپؐ کے ظہور کے بعد یہ ممکن نہیں کہ کوئی پہلا نبی جسمانی لحاظ سے آپؐ کی ہمعصری میں زندہ رہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس حال میں عالَمِ گزران سے کُوچ فرما جائیں کہ کوئی دوسرا نبی جسمانی لحاظ سے زندہ سلامت موجود ہو اور نعوذ باللہ آپؐ کو جسمانی لحاظ سے ختم ہوتا ہُوا دیکھنے کے بعد وفات پائے۔

حقیقی معنوں میں بھی آپؐ سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کسی پہلے نبی کا فیض

آپؐ کی بعثت کے بعد جاری رہے اور وہ کسی انسان کو کوئی اُدنیٰ سا رُوحانی مقام بھی دلوا سکے۔ آپ سبؐ دوسرے نبیوں کے فیوض بند کرنے والے ہیں مگر خود آپؐ کے فیوض قیامت تک جاری رہیں گے اور وہ تمام رُوحانی فیوض اور انعام جو پہلے نبیوں کی متابعت سے انسانوں کو ملا کرتے تھے پہلے سے بڑھ کر قیامت تک آپؐ کے اور صرف آپؐ ہی کے دستِ کوثر سے اِنسانوں کو عطا ہوں گے۔ غرضیکہ ہم لفظی اور حقیقی ہر معنی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین تسلیم کرتے ہیں اور بادب اس تلخ حقیقت کی طرف توجہ مبذول کروانے کی جُرأت کرتے ہیں کہ مُنکرینِ حدیث کے سوا ہمارے تمام مخالف فرقوں کے علماء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن معنوں میں خاتم النّبیّین تسلیم نہیں کرتے۔ وہ یہ کہنے کے باوجود کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کو ختم کرنیوالے ہیں یہ متضاد ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کو نہ تو جسمانی لحاظ سے ختم فرما سکے نہ ہی رُوحانی لحاظ سے۔ آپؐ کے ظہور کے وقت ایک ہی دوسرا نبی جسمانی لحاظ سے زندہ تھا مگر افسوس وہ آپؐ کی زندگی میں ختم نہ ہو سکا آپؐ وفات پا گئے لیکن وہ زندہ رہا۔ اور اَب تو وصالِ نبویؐ پر بھی چودہ سَو برس گزرنے کو آئے لیکن ہنوز وہ اِسرائیلی نبی زندہ چلا آ رہا ہے۔ ذرا انصاف فرمائیے کہ خاتم کے جسمانی معنوں کے لحاظ سے حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ رکھنے والوں کے نزدیک دونوں میں سے کون خاتَم ٹھہرا۔

پھر یہی علماء رُوحانی لحاظ سے بھی عملاً مسیح ناصریؑ ہی کو خاتَم تسلیم کر رہے ہیں کیونکہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فیض رسانی کے لحاظ سے بھی مسیح ناصریؑ کی فیض رسانی کو ختم نہ فرما سکے۔ دیگر نبیوں کے فیض تو پہلے ہی ختم ہو چکے تھے اور نجات کی دوسری تمام راہیں بند تھیں۔ ایک مسیح ناصریؑ زندہ تھے مگر افسوس کہ ان کے فیض کی راہ بند نہ ہو سکی۔ یہی نہیں ان کی فیض رسانی کی قوّت تو پہلے سے بھی بہت بڑھ گئی اور اُس وقت جبکہ اُمّتِ محمدیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشّان قوّتِ قدسیہ کے باوجود خطرناک رُوحانی بیماریوں میں مُبتلا ہو گئی اور طرح طرح کے رُوحانی عوارض نے اُسے گھیر لیا تو براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قُدسیہ تو اِس اُمّتِ مرحومہ کو نہ بچا سکی ہاں بنی اسرائیل کے ایک رسُول کے مسیحی دَموں نے اُسے موت کے چنگل سے نجات دلائی اور ایک نئی رُوحانی زندگی عطا کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا صریحًا اِس سے یہ

ثابت نہیں ہوتا کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھنے والے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افاضۂ فیض کے لحاظ سے بھی سب نبیوں کا ختم کرنے والا نہیں سمجھتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی نبی جو اُس وقت زندہ تھا اُس کی فیض رسانی کی قوّت کو بھی آپؐ ختم نہ فرما سکے بلکہ نعوذ باللہ وہ اِسرائیلی نبی اِس حال میں فوت ہوا کہ اُمّتِ محمدیّہ کا آخری رُوحانی مُحسن بن چکا تھا۔

غور فرمائیے! کہ کیا جسمانی اور رُوحانی دونوں معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خاتم النّبیّین تسلیم نہیں کیا جا رہا؟ کیا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گستاخی نہیں؟ کیا یہ آیت خاتم النّبیّین کی رُوح کو سبوتاژ کرنے کے مترادف نہیں؟ اور پھر بھی یہ دعویٰ ہے کہ احمدی خاتم النّبیّین کے مُنکر اور ہم خاتم النّبیّین کے قائل بلکہ محافظ ہیں۔ کیا دُنیا سے اِنصاف بالکل اُٹھ چکا ہے؟ کیا عقل کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے گا؟ کیا اِس قضئے کو عدل کے ترازو پر نہیں تولا جائے گا بلکہ محض عددی اکثریّت کے زور پر حق و باطل اور اخروی نجات کے فیصلے ہوں گے؟ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ خدا ہرگز نہ کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن ایسا اگر ہو تو پھر تقویٰ اللہ کا دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے۔ کیوں نہیں اسے جنگل کا قانون کہا جاتا اور کیوں اِس نا اِنصافی کے لئے اللہ اور رسُولؐ کے مقدّس نام استعمال کئے جاتے ہیں۔ ویرانے کا نام کوئی اچھا سا بھی رکھ لیں ویرانہ ویرانہ ہی رہے گا۔

ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ تم مطلق طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے اور تاویلیں کر کے ایک اُمّتی اور ظلّی نبی کے آنے کی راہ نکال لیتے ہو اور اِس طرح ختمِ نبوّت کو توڑنے کے مُرتکب ہو جاتے ہو۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک ایسے اُمّتی نبی کا اُمّتِ محمدیہ ہی میں پیدا ہونا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل غلام ہو اور اپنے ہر رُوحانی مرتبے میں سَر تا پا آپؐ ہی کے فیض کا مرہونِ منّت ہو ہرگز آیت خاتم النّبیّین کے مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ فانی اور کامل غلام کو اپنے آقا سے جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اِس بات کے مکلّف ہیں کہ اپنے اس موقف کو قرآنِ حکیم سے، ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے، اقوالِ بزرگانِ اُمّت

سے اور محاورۂ عرب سے ثابت کریں اور اِس سلسلہ میں ایک سیر حاصل بحث آئندہ صفحات میں پیش کی جارہی ہے مگر اس سے پہلے ہمیں رخصت دیجئے کہ ہم اُن لوگوں کا کچھ محاسبہ کریں جو ہم پر مُہرِ نبوت کو توڑنے کا اِلزام لگاتے ہیں کہ خود ان کے عقیدہ کی حیثیت کیا ہے۔ وہ بظاہر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً بلا شرط و بلا اِستثناء ہر معنیٰ میں آخری نبی مانتے ہیں اور آپؐ کے بعد کسی قسم کے نبی کی بھی آمد کے قائل نہیں لیکن ساتھ ہی اگر پُوچھا جائے تو یہ اقرار کرنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں کہ ”سوائے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے جو ضرور ایک دن اِس اُمّت میں نازل ہوں گے۔“

جب آپ ان پر یہ جرح کریں کہ ابھی تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آنحضورؐ مطلقاً، بلا اِستثناء ان معنوں میں آخری نبی ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی بھی نہیں آئے گا تو پھر اَب آپ کو یہ اِستثناء قائم کرنے کا حق کیسے مل گیا؟ تو اس کے جواب میں اِنتہائی بے معنی اور بے جان تاویل پیش کرتے ہیں کہ وہ چونکہ پہلے نبی تھے اِس لئے ان کا دوبارہ آنا ختمِ نبوّت کی مُہر کو توڑنے کا موجب نہیں۔ جب ان سے پُوچھا جائے کہ کیا وہ موسوی شریعت ساتھ لے کر آئیں گے؟ تو جواب ملتا ہے نہیں بلکہ وہ بغیر شریعت کے آئیں گے۔ پھر جب پُوچھا جائے کہ اس صورت میں اوامر و نواہی کا کیا بنے گا؟ کس بات کی نصیحت فرمائیں گے اور کس سے روکیں گے تو ارشاد ہوتا ہے کہ پہلے وہ اُمّتِ محمدیہ کے ممبر بنیں گے پھر اس شریعت کے تابع ہو کر نبوّت کریں گے۔ مزید سوالات کے جوابات ان کے اختیار میں نہیں کہ آیا مسیح ناصریؑ کو شریعتِ محمدیہ کی تعلیم علماء دیں گے یا براہِ راست اللہ تعالیٰ سے وحی کے ذریعہ ان کو قرآن، حدیث اور سُنّت کا علم دیا جائے گا۔ لیکن یہ امر تو اس جرح سے قطعاً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً آخری نبی نہیں مانتے بلکہ یہ اِستثناء رکھتے ہیں کہ ایسا نبی جو پُرانا ہو صاحبِ شریعت نہ ہو اُمّتی ہوا ور لفظاً شریعتِ محمدیہ کا تابع ہوا ور اسی کی تعلیم و تدریس کرے مُہرِ نبوّت کو توڑے بغیر بعد ظہورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسکتا ہے۔

ہم اہلِ عقل و دانش اور اہلِ انصاف سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا ایسا اعتقاد رکھنے والوں کے لئے کسی بھی منطق یا اِنصاف کی رُو سے یہ کہنا جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی

نبی نہیں آسکتا۔

بات دراصل یہ ہے کہ کیا ہم اور کیا ہمارے غیر تمام قائلینِ حدیث، فرمودات خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روشنی میں یہ عقیدہ رکھنے پر مجبور ہیں کہ "عیسٰی نبی اللہ" اِس اُمّت میں نزول کریں گے۔

ہم قرآن وحدیث کی واضح تعلیم کے مطابق چونکہ یہ علم بھی رکھتے ہیں کہ عیسٰی ابنِ مریم ناصری فوت ہو چکے ہیں اِس لئے مذکورہ بالا فرمودات کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ آنے والا "عیسٰیؑ نبی اللہ" اُمّتِ محمدیہ ہی میں آپؐ کے غلاموں میں سے پَیدا ہوگا اور قرآن وحدیث اور اقوالِ بزرگان ہی سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنے والا موعود "نبی اللہ" بھی ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی بھی ہوگا اور یہ عقیدہ خاتمیّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز منافی نہیں۔

لیکن دیگر علماء اِس تاویل سے اپنے دِل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر پُرانا نبی دوبارہ آجائے تو بوجہ اِس کے کہ وہ پہلے پَیدا ہؤا تھا اور اسے پہلے نبوّت عطا ہوئی تھی وہ آخری قرار نہیں دیا جا سکتا لہٰذا ایسے نبی کی آمد کا راستہ مُہرِ نبوّت کو توڑے بغیر کُھلا رہتا ہے۔

اِس اِستدلال کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ پہلے پَیدا ہونے والا نبی آخری نبی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب ہم اِس اِستدلال کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بھی اِنتہائی بودا اور لغو نظر آتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آج اگر کسی بیس۲۰ سالہ نوجوان کے سامنے کوئی بچّہ پَیدا ہو اور دیکھتے دیکھتے چند دِن میں فوت ہو جائے پھر وہ نوجوان اسّی سال بعد سَو۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائے تو مورّخ کس کو آخری لکھے گا یعنی ہر صاحبِ فہم اور ذی ہوش وحواس مورّخ کس کو آخری قرار دے گا؟

اس بچّے کو جو بعد میں پیدا ہؤا مگر چند دِن کی زندگی پا کر فوت ہو گیا یا اس پہلے پَیدا ہونے والے اِنسان کو جو اس بچّے کی وفات کے اسّی۸۰ سال بعد سَو۱۰۰ سال عمر پا کر فوت ہؤا؟

لے مسلم جلد ۲ باب ذکر الدجّال

افسوس کہ بعینہٖ یہی صُورت ہمارے مخالف علمائے کرام پیش کر رہے ہیں اور انہیں اِس منطق کا بودا پن نظر نہیں آرہا۔ وہ نہیں دیکھتے کہ ان کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی عمر کم و بیش چھ صد سال کی تھی جب سیّدِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں ہی آپؐ کا وصال ہؤا اور اس کے بعد اَب تک چودہ سَو سال مزید ہونے کو آئے کہ عیسیٰ نبی اللہ زندہ سلامت موجود ہیں۔ بتائیے کہ جب وہ نازل ہو کر اپنا مشن پُورا کرنے کے بعد بالآخر فوت ہوں گے تو ایک غیر جانبدار مورخ زمانی لحاظ سے کس کو آخری قرار دے گا۔

جب علماءِ ظاہر کے نزدیک آیت خاتم النبیّین زمانی اعتبار سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اَور کو آخری ہونے کا حق نہیں دیتی تو پھر زمانی اِعتبار سے ہی علماءِ ظاہر کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو آخری نبی قرار دینے کا کیا حق ہے؟ صرف مُنہ سے اِس حقیقت کا انکار کوئی معنے نہیں رکھتا جب کہ وہ عملاً حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اِس دُنیا میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں سال بعد آنے والا سب سے آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خاتمیّتِ محمدیّہ کے بارے میں جو جامع اور دلکش تصوّر پیش فرمایا ہے وہ بالکل یگانہ اور بے نظیر ہے۔ آپ نے قرآنِ پاک کی روشنی میں آیت خاتم النبیّین کی تفسیر مختلف پیرایوں میں اپنی کتب میں ایسے انداز میں بیان فرمائی ہے کہ اس کا ہر حصّہ دعوتِ ایمان و عرفان دے رہا ہے گویا کہہ رہا ہے ؎

دامنم می کشد کہ جا اینجا است

آپ نے کس قدر شاندار اور کتنی موثّر اِصطلاح بیان فرمائی کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے ہماری کتاب قرآنِ مجید ایک زندہ کتاب ہے اور ہمارا رسُول حضرت خاتم النبیّین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ رسُول ہے۔ اُمّتِ محمدیّہ میں یہ اِصطلاح پہلی مرتبہ آپ نے جاری فرمائی اور عشّاقِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح طور پر خاتمیّتِ محمدیّہ سے متعارف کروایا۔

یہ تینوں بُنیادی مسائل یعنی ایمان باللہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسُول ایک دوسرے کے ساتھ اِس طرح پیوست ہیں اور باہم ایسا گہرا ربط رکھتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ پس ممکن نہیں کہ ان میں سے ایک مضمون کے متعلق حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کے اعتقادات اور نظریات کا جائزہ دوسرے متعلقہ مضامین کے ذکر کے بغیر کماحقہٗ کیا جاسکے۔ پس لازمًا ہمیں ختمِ نبوّت کے بارہ میں بانیٔ سِلسلہ کے فرمودات پر نظر ڈالنے سے قبل ہستی باری تعالیٰ اور قرآنِ عظیم کے متعلق آپ کے ایمان، اعتقادات اور نظریات پر بھی نظر کرنی پڑے گی ورنہ ختمِ نبوّت کے بارہ میں آپ کے تصوّر کا ادراک مکمل نہ ہوسکے گا۔

اب ہم ہستی باری تعالیٰ کے مضمون سے ابتداء کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سِلسلہ کے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں جو انشاء اللہ بعد ازاں ختمِ نبوّت کے مضمون کو ذہن نشین کروانے میں ممد ومعاون ثابت ہوں گے ٭



ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان

از افاداتِ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

ذاتِ باری کا عِرفان

ازافادات

حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیّہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب "سُرمہ چشم آریہ" میں فرماتے ہیں :۔

"کئی مقام پر قرآنِ شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ اَتم اُلوہیّت ہیں ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور اُن کا آنا خدا کا آنا ہے۔"

"پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اِس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجُز ذریعۂ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صُورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اپنے تئیں دُنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو نبی کو جو اس کی قدرتوں کا مظہر ہے دُنیا میں بھیجتا ہے اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی ربوبیّت کی طاقتیں اس کے ذریعہ سے دکھلاتا ہے تب دُنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانونِ ازلی کے رُو سے خداشناسی کے لئے ذریعہ مقرر ہو چکا ہے اُن پر ایمان لانا توحید کی ایک جُزو ہے اور بجُز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن نہیں کہ آسمانی نشانوں اور قدرت نما عجائبات کے جو نبی دکھلاتے ہیں اور معرفت تک پہنچاتے ہیں وہ خالص توحید جو چشمۂ یقینِ کامل سے پیدا ہوتی ہے میسّر آ سکے۔ وہی ایک قوم ہے جو خدا نما ہے جن کے ذریعہ سے وہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر

ہوتا ہے اور ہمیشہ سے وہ کنزِ مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے ورنہ وہ توحید جو خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہوتا ہے اس کا حاصل ہونا بغیر ذریعہ نبی کے جیسا کہ خلافِ عقل ہے ویسا ہی خلافِ تجاربِ سالکین ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳)

"حضرات عیسائی خوب یاد رکھیں کہ مسیح علیہ السّلام کا نمونۂ قیامت ہونا سرِ مُو ثابت نہیں اور نہ عیسائی جی اُٹھے بلکہ مُردہ اور سب مُردوں سے اوّل درجہ پر اور تنگ و تاریک قبروں میں پڑے ہوئے ہیں اور شرک کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ نہ ایمانی رُوح اُن میں ہے نہ ایمانی رُوح کی برکت۔ بلکہ اَدنٰی سے اَدنٰی درجہ توحید کا جو مخلوق پرستی سے پرہیز کرنا ہے وہ بھی ان کو نصیب نہیں ہوا اور ایک اپنے جیسے عاجز اور ناتوان کو خالق سمجھ کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ توحید کے تین درجے ہیں۔ سب سے اَدنٰی درجہ یہ ہے کہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش نہ کریں۔ نہ پتّھر کی، نہ آگ کی، نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گریں کہ گویا ایک قسم کا اُن کو ربوبیّت کے کارخانہ میں مُستقل دخیل قرار دیں بلکہ ہمیشہ مُسبِّب پر نظر رہے نہ اسباب پر۔ تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلّیاتِ الٰہیہ کا کامل مشاہدہ کر کے ہر یک غیر کے وجود کو کالعدم قرار دیں اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی۔ غرض ہر یک چیز نظر میں فانی دکھائی دے بجز اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کامل الصفات کے۔ یہی رُوحانی زندگی ہے کہ یہ مراتبِ ثلاثہ توحید کے حاصل ہو جائیں اَب غور کر کے دیکھ لو کہ رُوحانی زندگی کے تمام جاودانی چشمے محض حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل دُنیا میں آئے ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)

"رُوحانی قالب کے کامل ہونے کے بعد محبّتِ ذاتیہ الٰہیّہ کا شعلہ انسان کے دِل پر ایک رُوح کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے۔ کمال کو پہنچتا ہے اور تب ہی رُوحانی حُسن اپنا پُورا جلوہ دکھاتا ہے لیکن یہ حُسن جو رُوحانی حُسن ہے جس کو حُسنِ معاملہ کے ساتھ موسُوم کر سکتے

ہیں۔ یہ وہ حُسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حُسنِ بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے کیونکہ حُسنِ بشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ رُوحانی حُسن جس کو حُسنِ معاملہ سے موسُوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دُنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھچا جاتا ہے اور قبولیّتِ دُعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا رُوحانی حُسن والا انسان جس میں محبّتِ الٰہیّہ کی رُوح داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا کرتا ہے اور اس دُعا پر پُورا پُورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حُسنِ رُوحانی رکھتا ہے اِس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اِذن سے اس عالَم کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دُنیا کے ہر ایک ذرّہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اس کی دُعائیں ان تمام ذرّات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبا لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علمِ طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے جب سے کہ صانعِ مطلق نے عالَمِ اجسام کو ذرّات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرّے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرّہ رُوحانی حُسن کا عاشقِ صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید رُوح بھی کیونکہ وہ حسن تجلّی گاہِ حق ہے۔ وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اسی حُسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حُسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔

نوحؑ میں وہی حُسن تھا جس کی پاسِ خاطر حضرت عزّت جلّ شانہٗ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسٰیؑ بھی وہی حُسنِ رُوحانی

لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اُٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سیّد الانبیاء و خیر الورٰی مولانا و سیّدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشّان رُوحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیتِ کریمہ کافی ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ نبی جنابِ الٰہی کے بہت نزدیک چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جُھکا اور اس طرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حقوق العباد ہے ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حُسنِ رُوحانی ظاہر کیا۔" (ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۶۱-۶۲)

"اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدا تعالیٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہلِ حق حضرات واجب الوجود کے علمِ غیب کی نسبت وجوبِ ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناعِ ذاتی اور امکان بالواجب عزّ اِسمہٗ کا عقیدہ ہے یعنی یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اس کے ہویت حقّہ کی یہ ذاتی خصوصیّت ہے کہ عالم الغیب ہو مگر ممکنات جو ہالکۃ الذّات اور باطلۃ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرت باری عزّ اسمہٗ جائز نہیں۔ اور جیسا ذات کی رُو سے شریک الباری ممتنع ہے ایسا ہی صفات کی رُو سے بھی ممتنع ہے۔ پس ممکنات کے لئے نظرًا علیٰ ذاتہم عالم الغیب ہونا ممتنعات میں سے ہے۔ خواہ نبی ہوں یا محدّث ہوں یا ولی ہوں۔ ہاں الہامِ الٰہی سے اسرارِ غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصّہ ملتا رہا ہے اور اب بھی ملتا ہے جس کو ہم صرف تابعین آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں۔" (تصدیق النّبی صفحہ ۲۶-۲۷)

"اس کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور وہ اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں ہی داخل ہے۔ جب ایک شخص اس کے آستانے پر ایک نئی رُوح لے کر حاضر ہوتا ہے اور اپنے اندر

ایک خاص تبدیلی محض اس کی رضامندی کے لئے پَیدا کر لیتا ہے تب خدا بھی اس کے لئے ایک تبدیلی پیدا کر لیتا ہے کہ گویا اس بندے پر جو خدا ظاہر ہؤا ہے وہ اَور ہی خدا ہے نہ وہ خُدا جس کو عام لوگ جانتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی کے مقابل پر جس کا ایمان کمزور ہے کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے لیکن جو اس کی جناب میں ایک نہایت قوی ایمان کے ساتھ آتا ہے وہ اس کو دکھلا دیتا ہے کہ تیری مدد کے لئے مَیں بھی قوی ہوں۔ اِسی طرح انسانی تبدیلیوں کے مقابل پر اس کی صفات میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ جو شخص ایمانی حالت میں ایسا مفقود الطّاقت ہے کہ گویا میّت ہے۔ خدا بھی اس کی تائید اور نصرت سے دستکش ہو کر ایسا خاموش ہو جاتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ وہ مَر گیا ہے۔ مگر یہ تمام تبدیلیاں وہ اپنے قانون کے اندر اپنے تقدّس کے موافق کرتا ہے۔ اور چونکہ کوئی شخص اس کے قانون کی حدبست نہیں کر سکتا اِس لئے جلدی سے بغیر کِسی قطعی دلیل کے جو روشن اور بدیہی ہو یہ اعتراض کرنا کہ فلاں امر قانونِ قدرت کے مخالف ہے محض حماقت ہے کیونکہ جس چیز کی ابھی حدبست نہیں ہوئی اور نہ اس پر کوئی قطعی دلیل قائم ہے اس کی نسبت کون رائے زنی کر سکتا ہے؟"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۹۶، ۹۷)

"اے سُننے والو! سُنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کِسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا اور اَب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سُنتا اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات اَزلی اَبدی ہیں کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہو گی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کِسی

خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جسکی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دُور ہونے کے اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثیل کے طور پر اہلِ کشف پر اپنے تئیں ظاہر کرسکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اَور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامدِ حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شئ کا۔ اور مالک ہے ہر ایک مُلک کا اور متّصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اِس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں اور اس کے آگے کوئی بات بھی اَن ہونی نہیں۔ اور تمام رُوح اور اس کی طاقتیں اور تمام ذرّات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اُسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں۔ اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے۔ اسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔

وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سُنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اِسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظّارہ میں بغیر کِسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان اُمور کے جو اس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ

واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے۔"

(الوصیت صفحہ ۱۴-۱۷)

"قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اس کے حُسن و جمال کو دکھاتی ہیں اور کہیں اس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں کیونکہ کسی کی محبت یا تو حُسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔ کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبداء ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اَور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔ اُس نے ہر ایک چیز کو اُٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اُٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نُور ہے اور ہر یک نُور اُسی کے ہاتھ سے چمکا اور اُسی کی ذات کا پرتوہ ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی رُوح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی رُوح کی کوئی قوت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔ اور اسکی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقتِ عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور پذیر ہیں جیسا کہ زمین و آسمان اور سُورج اور چاند اور ستارے... اور پانی اور آگ اور ہوا اور تمام ذرّات اس

عالَم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیّا کی گئیں اور یہ سب اُس وقت کیا گیا جب کہ ہم خود بخود موجود نہ تھے۔ نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سُورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شدہ کرم کے سبب سے بنائی گئی۔ غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مترتب ہوتی ہے اور اس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہریک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے مبرّا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اس کی تعلیم کی پَیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو اور وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى یعنی جو شخص اِس دُنیا میں اندھا رہے گا اور اس ذاتِ بےچُون کا اس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مَرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اُس سے جُدا نہیں ہوگی کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اِسی دُنیا میں حواس ملتے ہیں۔ اور جو شخص ان حواس کو دُنیا سے ساتھ نہیں لے جائے گا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکے گا۔ اِس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف سمجھا دیا ہے کہ وہ اِنسان سے کِس ترقّی کا طالب ہے اور انسان اس کی تعلیم کی پَیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اِس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اِسی دُنیا میں دیدارِ الٰہی میسّر آسکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اِسی دُنیا میں اس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پَیدا کنندہ ہے پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کِسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دِل میں تکبّر پَیدا ہو کہ مَیں ایسا ہُوں ایسا ہُوں۔ اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ

اُن میں کوئی ایسی بدبُو ہو جو محبّتِ ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سُورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے۔ نہ ہوا نہ آگ نہ پانی۔ نہ کوئی اَور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دُنیا کے اَسباب کو ایسی عزّت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمّت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کرکے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں، اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گری رہے اور دُعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست وپا بھی ہے اور اس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے۔ نہایت صافی اور شیریں۔ پس اُس نے افتاں وخیزاں بہرحال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنے لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا۔ اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے ذات اور صفات میں واحد ہے۔ نہ کوئی ذات اس کی ذات جیسی ازلی اور اَبدی یعنی انادی اور اکال ہے۔ نہ کسی چیز کے صفات اس کی صفات کے مانند ہیں۔ اِنسان کا علم کسی معلّم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اس کا علم کسی معلّم کا محتاج نہیں اور بایں ہمہ غیر محدود ہے۔ اِنسان کی شنوائی ہَوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں۔ اور اِنسان کی بینائی سُورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے۔ ایسا ہی انسان

کی پَیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پَیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اسکی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا اِس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو۔ پھر اس سے آگے آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بالذّات ہے اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدارِ ایمان ہے۔" (لیکچر لاہور صفحہ ۹ تا ۱۲)

"اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری رُوح اور ہمارا ذرّہ ذرّہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک رُوح اور ہر ایک ذرّہ مخلوقات کا مع اپنے تمام قوٰی کے ظہور پذیر ہؤا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے تصرّف سے۔ نہ اس کے خَلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کرکے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوّتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کِسی چیز نے نقشِ وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچّا خدا بے شمار برکتوں والا ہے اور بے شمار قدرتوں والا اور بے شمار حُسن والا، احسان والا اس کے سوا کوئی اَور خدا نہیں۔" (نسیمِ دعوت ص۳)

"جب میں ان بڑے بڑے اجرام کو دیکھتا ہوں اور ان کی عظمت اور عجائبات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ صرف ارادۂ الٰہی سے اور اس کے اشارہ سے ہی سب کچھ ہو گیا تو میری رُوح بے اختیار بول اُٹھتی ہے کہ اے ہمارے قادر خدا تو کیا ہی بزرگ قدرتوں والا ہے۔ تیرے کام کیسے عجیب اور وراء العقل ہیں۔ نادان ہے وہ جو تیری قدرتوں کا انکار کرے اور احمق ہے وہ جو تیری نسبت یہ اعتراض پیش کرے کہ اُس نے اِن چیزوں کو کس مادہ سے بنایا؟" (نسیم دعوت صفحہ ۶ حاشیہ)

"جاننا چاہیئے کہ جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بُلایا ہے اُس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں:-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

یعنی وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں۔ یہ اِس لئے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے۔ اس صُورت میں خدائی معرضِ خطرہ میں رہے گی اور جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفاتِ

کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دِل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہوسکتا وہی خدا ہے جس کی پرستش میں اَدنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے۔ پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے۔ اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اِس عالم کے ذرّہ ذرّہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا۔ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ پھر فرمایا هُوَ الرَّحْمٰنُ یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لُطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کے پاداش میں اُن کے لئے سامانِ راحت میسّر کرتا ہے جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالےٰ رحمٰن کہلاتا ہے اور پھر فرمایا کہ الرّحیم یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہ صفت رحیمیّت کے نام سے موسوم ہے۔ اور پھر فرمایا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزاء اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔ وہی کارپرداز سب کچھ جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو۔ اور پھر فرمایا اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ یعنی وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغِ عیب نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں۔ اگر مثلاً تمام

رعیّت جلا وطن ہو کر دوسرے مُلک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی۔ یا اگر مثلاً تمام رعیّت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراجِ شاہی کہاں سے آئے۔ اور اگر رعیّت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے۔ پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے۔ وہ ایک دَم میں تمام مُلک کو فنا کر کے اَور مخلوقات پَیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی کیونکہ وہ دُنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دے کر پھر دوسری دُنیا کہاں سے لاتا۔ کیا نجات یافتہ لوگوں کو دُنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آتا اور دُنیا کے بادشاہوں کی طرح داغدار بادشاہ ہوتا جو دُنیا کے لئے قانون بناتے ہیں۔ بات بات پر بگڑتے ہیں اور اپنی خود غرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیرِ مادر سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً قانونِ شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو یہ اِضطرار پیش نہیں آنا چاہیئے۔ پس اگر خدا پُورا قادر اور عدم سے پَیدا کرنے والا نہ ہوتا تو وہ یا تو کمزور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بن کر خدائی کو ہی الوداع کہتا۔ بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچّے انصاف پر چل رہا ہے پھر فرمایا السّلام یعنی وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ اس کے معنے بھی ظاہر ہیں کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا۔ لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو اس کے بَدنمونے کو دیکھ کر کس طرح دِل تسلّی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے بارہ میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں اگرچہ ایکدوسرے کی مدد بھی کریں بلکہ اگر مکھی اُن کی چیز چھین کرلے جائے تو انہیں طاقت نہیں ہو گی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں۔ اُن کے پرستار عقل کے کمزور اور طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہؤا کرتے ہیں؟ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہیئے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہو گا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔

اور پھر فرمایا کہ اَلْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ یعنی وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کا بنانے والا ہے اور اس کی ذات نہایت ہی مُستغنی ہے۔ اور فرمایا هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنی وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا پیدا کرنے والا اور رُوحوں کا بھی پیدا کرنے والا۔ رحم میں تصویر کھینچنے والا ہے۔ تمام نیک نام جہاں تک خیال میں آسکیں سب اُسی کے نام ہیں۔ اور پھر فرمایا يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اِس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں۔ اور پھر فرمایا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی خدا بڑا قادر ہے۔ یہ

پرستاروں کے لئے تسلی ہے۔ کیونکہ اگر خدا عاجز ہو اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا اُمّید رکھیں اور پھر فرمایا رَبّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ یعنی وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا۔ رحمٰن رحیم اور جزاء کے دن کا آپ مالک ہے۔ اس اختیار کو کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سُننے والا اور جواب دینے والا یعنی دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ اور پھر فرمایا اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا۔ یہ اس لئے کہا وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اس کی زندگی کے بارے میں بھی دھڑکا رہے گا شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا۔ اور نہ کوئی اُس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۲)

کِس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اس بہارِ حُسن کا دِل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے تیرے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں مَوجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

تُو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اِس سے ہے شورِ محبّت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تُو نے ہر اِک ذرّے میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی اِنتہا پاتا نہیں
کِس سے کُھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبروؤں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گُل و گُلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دَم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سَو سَو حجاب — ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دِلبرا اِک تیغِ تیز — جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مِل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دَم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دِل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے تیرے کُوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کِسی دیوانہ مجنوں وار کا

(سُرمہ چشم آریہ ص۲۴۰)



قرآنِ عظیم کی اعلیٰ و ارفع شان

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

قرآنِ عظیم کی اعلیٰ وارفع شان

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کی نظر میں

"خاتم النّبیّین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اِس لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکُتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اِس میں موجود ہیں کیونکہ کلامِ الٰہی کے نزول کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوّتِ قُدسی اور کمالِ باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلامِ الٰہی نازل ہوتا ہے اُسی قدر قوّت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسی اور کمالِ باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوُا اور نہ آئندہ ہوگا اِس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوُا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوّتِ قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپؐ اِنتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپؐ پر نازل ہوُا کمال کو پہنچا ہوُا ہے اور جیسے نبوّت کے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے اسی طرح اعجازِ کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپؐ خاتم النّبیّین ٹھہرے اور آپؐ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجازِ کلام کے ہو سکتے ہیں اُن سب کے اعتبار سے آپؐ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے یعنی کیا باعتبارِ فصاحت وبلاغت کیا باعتبارِ ترتیب مضامین۔ کیا باعتبارِ تعلیم۔ کیا باعتبارِ کمالاتِ تعلیم۔ کیا باعتبارِ ثمراتِ تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا

ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت۔ خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد۔ خواہ بلحاظ تعلیم۔ خواہ بلحاظ پیشگوئیاں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ مُعجزہ ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶، ۳۷)

" قرآن شریف ایسا مُعجزہ ہے کہ نہ وہ اوّل مثل ہؤا اور نہ آخر کبھی ہو گا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شخص کا کلام اُس کی ہمّت کے موافق ہوتا ہے جس قدر اُس کی ہمّت اور عزم اور مقاصد عالی ہوں گے اس پایہ کا وہ کلام ہو گا۔ سو وحیٔ الٰہی میں بھی وہی رنگ ہو گا۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے جس قدر ہمّت بلند رکھنے والا وہ ہو گا اُسی پایہ کا کلام اُسے ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمّت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اس لئے آپؐ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رُتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمّت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہو گا کیونکہ آپؐ کی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لئے نہ تھی جیسے آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی بلکہ آپؐ کے لئے فرمایا گیا قُلْ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اِس قدر وسیع ہو اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اِس وقت اگر کسی کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی اِلہام ہو تو ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے اِلہام میں اتنا دائرہ وسیع نہیں ہو گا جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۷)

" لاکھوں مقدّسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اِتّباع سے برکاتِ الٰہی دِل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ

کے انوار اور الہام ان کے دِلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مُنہ سے نکلتے ہیں۔ ایک قوی توکّل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبّتِ الٰہی جو لذّتِ وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اُن کے وجودوں کو ہاونِ مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حُبِّ الٰہی کے اَور کچھ نہیں۔ دُنیا اُن سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر اور بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات اُن سے خارق عادت ہیں۔ اُن پر ثابت ہؤا ہے کہ خُدا ہے۔ اُنہی پر کھُلا ہے کہ ایک ہے۔ وہ جب دُعا کرتے ہیں تو وہ اُن کو سُنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُن کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے۔ اور اُن کی دَر و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و رُوحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک مَیدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ اُن کا ہے۔ یہ باتیں بِلا ثبوت نہیں۔"

(سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۲۴ تا ۱۳۱ حاشیہ)

" سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوارِ یقین اور تواتر سے بھرا ہؤا اور ہماری رُوحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے۔ قرآن کریم ہے جو تمام دُنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفّل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طَور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہؤا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچّائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بِلاشُبہ جن لوگوں کو راہِ راست سے مناسبت ہے اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دِل قرآن شریف کی طرف

کھنچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دِل ہی اِس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جُھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سُن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سُنتے۔ اس کی ہر ایک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر ایک کو حسبِ استعداد معراجِ ترقّی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اِسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اِس خبیث پَودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچّا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اوّل عیسائی واعظوں نے سَر اُٹھایا اور بَدفہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی طریق سے آراستہ کر کے اُن کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفان مُلکِ ہند میں برپا کر دیا۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پَسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو مُنہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور ان کے لمبے چوڑے عذرات کو یُوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲)

" اِنسان کو یہ ضرورت ہے کہ وہ گناہ کے مُہلک جذبات سے پاک ہو اور اِس قدر خدا کی عظمت اُس کے دِل میں بیٹھ جائے کہ وہ بے اختیار کرنے والی نفسانی شہوات کی خواہش کہ جو بجلی کی طرح اُس پر گرتی اور اُس کے تقویٰ کے سرمایہ کو ایک دَم میں جلا دیتی ہے۔ وہ دُور ہو جاوے۔ مگر کیا وہ ناپاک جذبات کہ جو مرگی کی طرح بار بار پڑتے ہیں اور پرہیزگاری کے

ہوش وحواس کو کھو دیتے ہیں وہ صرف اپنے ہی خود تراشیدہ پرمیشر کے تصوّر سے دُور ہو سکتے ہیں یا صرف اپنے ہی تجویز کردہ خیالات سے دَب سکتے ہیں اور یا کسی ایسے کفّارہ سے رُک سکتے ہیں جس کا دُکھ اپنے نفس کو چھُوا بھی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ بات معمولی نہیں بلکہ سب باتوں سے بڑھ کر عقلمند کے نزدیک غور کرنے کے لائق یہی بات ہے کہ وہ تباہی جو اس بے باکی اور بے تعلّقی کی وجہ سے پیش آنے والی ہے جس کی اصل جڑ گناہ اور معصیّت ہے اس سے کیونکر محفوظ رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان یقینی لذّات کو محض ظنّی خیالات سے چھوڑ نہیں سکتا۔ہاں ایک یقین دوسرے یقینی امر سے دست بردار کرا سکتا ہے۔مثلاً ایک بَن کے متعلق ایک یقین ہے کہ اس جگہ سے کئی ہرن ہم بآسانی پکڑ سکتے ہیں اور ہم اس یقین کی تحریک پر قدم اُٹھانے کے لئے مُستعد ہیں مگر جب یہ دوسرا یقین ہو جائے گا کہ وہاں پچاس شیر ببر بھی موجود ہیں اور ہزارہا خونخوار اژدہا بھی ہیں جو مُنہ کھولے بیٹھے ہیں تب ہم اس ارادہ سے دست کش ہو جائینگے۔ اِسی طرح بغیر اس درجۂ یقین کے گناہ بھی دُور نہیں ہو سکتا۔ لوہا لوہے سے ہی ٹوٹتا ہے۔خدا کی عظمت اور ہیبت کا وہ یقین چاہیئے جو غفلت کے پردوں کو پاش پاش کر دے اور بدن پر ایک لرزہ ڈال دے اور موت کو قریب کرکے دکھلا دے اور ایسا خوف دِل پر غالب کرے جس سے تمام تار و پُود نفسِ امّارہ کے ٹوٹ جائیں اور انسان ایک غیبی ہاتھ سے خدا کی طرف کھینچا جائے اور اُس کا دِل اِس یقین سے بھر جائے کہ درحقیقت خدا موجود ہے جو بےباک مُجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔پس ایک حقیقی پاکیزگی کا طالب ایسی کتاب کو کیا کرے جس کے ذریعہ سے یہ ضرورت رفع نہ ہو سکے۔

اِس لئے مَیں ہر ایک پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ وہ کتاب جو ان ضرورتوں کو پُورا کرتی ہے وہ قرآن شریف ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دُنیا کی محبّت سرد ہو جاتی ہے اور وہ خدا جو نہایت نہاں در نہاں ہے اُس کی پیروی سے

آخرکار اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور وہ قادر جس کی قدرتوں کو غیر قومیں نہیں جانتیں قرآن کی پَیروی کرنے والے انسان کو خدا خود دکھا دیتا ہے اور عالمِ ملکوت کا اس کو سَیر کراتا ہے اور اپنے اَنَا الْمَوْجُوْد ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اس کو خبر دیتا ہے مگر وید میں یہ ہُنر نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ اور وید اس بوسیدہ گٹھڑی کی مانند ہے جس کا مالک مَر جائے اور یا جسکی نسبت پتہ نہ لگے کہ یہ کس کی گٹھڑی ہے۔ جس پرمیشر کی طرف وید بُلاتا ہے اس کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وید اِس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کرتا کہ اُس کا پرمیشر موجود بھی ہے۔ اور وید کی گمراہ کنندہ تعلیم نے اِس بات میں بھی رخنہ ڈال دیا ہے کہ مصنوعات سے صانع کا پتہ لگایا جائے کیونکہ اس کی تعلیم کی رُو سے اَرواح اور پرمانو یعنی ذرات سب قدیم اور غیر مخلوق ہیں پس غیر مخلوق کے ذریعہ سے صانع کا کیونکر پتہ لگے۔ ایسا ہی وید کلامِ الٰہی کا دروازہ بند کرتا ہے اور خدا کے تازہ نشانوں کا مُنکر ہے۔ اور وید کی رُو سے پرمیشر اپنے خاص بندوں کی تائید کے لئے کوئی ایسا نشان ظاہر نہیں کرسکتا کہ جو معمولی انسانوں کے علم اور تجربہ سے بڑھ کر ہو۔ پس اگر وید کی نسبت بہت ہی حُسنِ ظنّ کیا جائے تو اِس قدر کہیں گے کہ وہ صرف معمولی سمجھ کے انسانوں کی طرح خدا کے وجود کا اقرار کرتا ہے اور خدا کی ہستی پر کوئی یقینی دلیل پیش نہیں کرتا۔ غرض وید وہ معرفت عطا نہیں کرسکتا جو تازہ طور پر خدا کی طرف سے آتی ہے اور انسان کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچا دیتی ہے مگر ہمارا مشاہدہ اور تجربہ اور اُن سب کا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں اِس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف اپنی رُوحانی خاصیّت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچّے پَیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے دِل کو منوّر کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلّقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دِل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علومِ غیب عطا فرماتا ہے اور دُعا قبول

کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے اور ہر ایک جو اس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس بندہ کے ساتھ ہے جو اس کے کلام کی پیروی کرتا ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۵)

"متبعینِ قرآنِ شریف کو جو انعامات ملتے ہیں اور جو مواہبِ خاصّہ ان کے نصیب ہوتے ہیں اگرچہ وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں مگر اُن میں سے کئی ایک ایسے انعاماتِ عظیمہ ہیں جن کو اِس جگہ مفصّل طور پر بغرضِ ہدایتِ طالبین بطور نمونہ لکھنا قرینِ مصلحت ہے۔ چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں :-

ازاں جملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوانِ نعمتِ فرقانیہ سے حاصل ہوتے ہیں جب انسان فرقانِ مجید کی سچّی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امر و نہی کے بکلّی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے اور کوئی اِعراض صُوری و معنوی باقی نہیں رہتا تب اس کی نظر اور فکر کو حضرت فیاضِ مطلق کی طرف سے ایک نُور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب و غریب لطائف اور نکاتِ علمِ الٰہی کے جو کلامِ الٰہی میں پوشیدہ ہیں اُس پر کھلتے ہیں اور ابرِ نیساں کے رنگ میں معارفِ دقیقہ اس کے دِل پر برستے ہیں۔ وہی معارفِ دقیقہ ہیں جن کو فرقانِ مجید میں حکمت کے نام سے موسُوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا یعنی خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیرِ کثیر دی گئی ہے یعنی حکمت خیرِ کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیرِ کثیر کو پا لیا سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسُوم ہیں یہ خیرِ کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحرِ محیط کے رنگ میں ہیں جو کلامِ الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ

درجہ کے حقائق حقہ اُن کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں اُن پر منکشف ہوتی رہتی ہیں اور تائیداتِ الٰہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان اُن کے لئے میسّر کر دیتی ہیں جس سے بیان اُن کا ادھورا اور ناقص نہیں رہتا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوتی ہے۔ سو جو جو علوم و معارف و دقائق و حقائق و لطائف و نکات و اَدِلّہ و براہین ان کو سُوجھتے ہیں وہ اپنی کمیّت اور کیفیّت میں ایسے مرتبۂ کاملہ پر واقعہ ہوتے ہیں کہ جو خارق عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے لوگوں سے ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ ہی نہیں بلکہ تفہیمِ غیبی اور تائیدِ صمدی اُن کی پیش رَو ہوتی ہے اور اُسی تفہیم کی طاقت سے وہ اسرار و انوارِ قرآنی اُن پر کُھلتے ہیں کہ جو صرف عقل کی دُود آمیز روشنی سے کُھل نہیں سکتے اور یہ علوم و معارف جو اُن کو عطا ہوتے ہیں جن سے ذات اور صفاتِ الٰہی کے متعلق اور عالمِ معاد کی نسبت لطیف اور باریک باتیں اور نہایت عمیق حقیقتیں ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ایک رُوحانی خوارق ہیں کہ جو بالغ نظروں کی نگاہوں میں جسمانی خوارق سے اعلیٰ اور الطف ہیں بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عارفین اور اہل اللہ کا قدر و منزلت دانشمندوں کی نظر میں اُنہیں خوارق سے معلوم ہوتا ہے اور وہی خوارق اُن کی منزلتِ عالیہ کی زینت اور آرائش اور اُن کے چہرۂ صلاحیت کی زیبائی اور خوبصورتی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ علوم و معارفِ حقّہ کی ہیبت سب سے زیادہ اس پر اثر ڈالتی ہے اور صداقت اور معرفت ہر یک چیز سے زیادہ اس کو پیاری ہے۔ اور اگر ایک زاہد عابد ایسا فرض کیا جائے کہ صاحبِ مکاشفات ہے اور اخبارِ غیبیہ بھی اُسے معلوم ہوتے ہیں اور ریاضاتِ شاقہ بھی بجالاتا ہے اور کئی اَور قسم کے خوارق بھی اُس سے ظہور میں آتے ہیں مگر علمِ الٰہی کے بارہ میں سخت جاہل ہے یہاں تک کہ حق اور باطل میں تمیز ہی نہیں کر سکتا بلکہ خیالاتِ فاسدہ میں گرفتار اور عقائدِ غیر صحیحہ میں مُبتلا ہے۔ ہر ایک بات میں خام اور ہر ایک رائے میں فاش غلطی کرتا ہے تو ایسا شخص طبائعِ سلیمہ کی نظر میں نہایت

حقیر اور ذلیل معلوم ہوگا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ جس شخص سے دانا انسان کو جہالت کی بدبُو آتی ہے اور کوئی احمقانہ کلمہ اُس کے مُنہ سے سُن لیتا ہے تو فی الفور اس کی طرف سے دِل متنفر ہو جاتا ہے اور پھر وہ شخص عاقل کی نظر میں کسی طور سے قابلِ تعظیم نہیں ٹھہر سکتا اور گو کیسا ہی زاہد عابد کیوں نہ ہو کچھ حقیر سا معلوم ہوتا ہے۔ پس انسان کی اس فطرتی عادت سے ظاہر ہے کہ خوارقِ رُوحانی یعنی علوم و معارف اُس کی نظر میں اہل اللہ کے لئے شرطِ لازمی اور اکابرِ دین کی شناخت کے لئے علاماتِ خاصّہ اور ضروریہ ہیں پس یہ علامتیں فرقانِ شریف کے کامل تابعین کو اکمل اور اتم طور پر عطا ہوتی ہیں اور باوجودیکہ ان میں سے اکثروں کی سرشت پر اُمیّت غالب ہوتی ہے اور علومِ رسمیہ کو باستیفاء حاصل نہیں کیا ہوتا لیکن نکات اور لطائف اور علمِ الٰہی میں اس قدر اپنے ہمعصروں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے مخالف اُن کی تقریروں کو سُنکر یا اُن کی تحریروں کو پڑھ کر اور دریائے حیرت میں پڑکر بِلا اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ ان کے علوم و معارف ایک دوسرے عالم سے ہیں جو تائیداتِ الٰہی کے رنگِ خاص سے رنگین ہیں اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اگر کوئی منکر بطور مقابلہ کے الہیّات کے مباحث میں سے کِسی بحث میں اُن کی محقّقانہ اور عارفانہ تقریروں کے ساتھ کِسی تقریر کا مقابلہ کرنا چاہے تو اخیر پر بشرطِ انصاف و دیانت اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ صداقتِ حقّہ اسی تقریر میں تھی جو اُن کے مُنہ سے نکلی تھی۔ اور جیسے جیسے بحث عمیق ہوتی جائیگی بہت سے لطیف اور دقیق براہین ایسے نکلتے آئیں گے جن سے روزِ روشن کی طرح ان کا سچّا ہونا کُھلتا جائے گا۔ چنانچہ ہر ایک طالبِ حق پر اس کا ثبوت ظاہر کرنے کے لئے ہم آپ ہی ذمّہ دار ہیں۔

ازاں جُملہ ایک عصمتؔ بھی ہے جس کو حفظِ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عصمت بھی فرقانِ مجید کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے اور اس جگہ عصمت سے مُراد

ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اَخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوّث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی لغزش بھی ہو جائے تو رحمتِ الٰہیہ جلد تر ان کا تدارک کر لیتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفسِ امّارہ کے مُقتضیات سے نہایت دُور پڑا ہوا ہے جس کا حاصل ہونا بجُز توجہ خاص الٰہی کے ممکن نہیں۔ مثلاً اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ صرف ایک کذب اور دروغ گوئی کی عادت سے اپنے جمیع معاملات اور بیانات اور حرفوں اور پیشوں میں قطعی طور پر باز رہے تو یہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس کام کے کرنے کے لئے کوشش اور سعی بھی کرے تو اس قدر موانع اور عوائق اس کو پیش آتے ہیں کہ بالآخر خود اس کا یہ اصول ہو جاتا ہے کہ دُنیاداری میں جھوٹ اور خلاف گوئی سے پرہیز کرنا ناممکن ہے مگر ان سعید لوگوں کے لئے کہ جو سچّی محبّت اور پُرجوش ارادت سے فرقان مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں۔ صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا کہ وہ دروغگوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہر ناکردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادرِ مطلق سے توفیق پاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ایسی تقریباتِ شنیعہ سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاکت کے ورطہ میں پڑیں کیونکہ وہ دُنیا کا نُور ہوتے ہیں اور اُن کی سلامتی میں دُنیا کی سلامتی اور اُن کی ہلاکت میں دُنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اسی جہت سے وہ اپنے ہر ایک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور خوشی اور غمی اور عُسر اور یُسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز عملوں اور بے جا فہموں اور ہر یک افراط و تفریط نفسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم بات پر ٹھہرنا نہیں پاتے کیونکہ خود خداوندِ کریم اُن کی تربیت کا متکفّل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیّبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مربّیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایتِ الٰہی ہر دَم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے اور یہ نعمت محفوظیّت کی جو اُن کو عطا ہوتی

ہے۔ یہ بھی بغیر ثبوت نہیں بلکہ زیرک اِنسان کسی قدر صُحبت سے اپنی پُوری تسلّی سے اس کو معلوم کرسکتا ہے۔

ازاں جملہ ایک مقام توکّل ہے جس پر نہایت مضبوطی سے اُن کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمۂ صافی ہرگز میسّر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نُورِ معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اَوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہو کر اور اسبابِ عادیہ سے بکلّی اپنے تئیں دُور پاکر پھر بھی ایسی بشاشت اور اِنشراحِ خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا اُن کے پاس ہزارہا خزائن ہیں۔ اُن کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحبِ دَولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ دِلی اور یقینِ کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سیرتِ ایثار ان کا مشرب ہوتا ہے اور خدمتِ خلق ان کی عادت ہوتی ہے اور کبھی اِنقباض ان کی حالت میں راہ نہیں پاتا اگرچہ سارا جہان ان کا عیال ہو جائے اور فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی ستّاری مستوجبِ شُکر ہے جو ہر جگہ اُن کی پَردہ پوشی کرتی ہے اور قبل اس کے جو کوئی آفت فوق الطّاقت نازل ہو ان کو دامنِ عاطفت میں لے لیتی ہے کیونکہ اُن کے تمام کاموں کا خدا متولّی ہوتا ہے جیسا کہ اُس نے آپ ہی فرمایا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ لیکن دوسروں کو دُنیاداری کے دِلآزار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے اور وہ خارقِ عادت سیرت جو خاص ان لوگوں کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہے کسی دوسرے کے ساتھ ظاہر نہیں کی جاتی اور یہ خاصّہ ان کا بھی صُحبت سے بہت جلد ثابت ہوسکتا ہے۔

ازاں جُملہ ایک مقام مُحبّتِ ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متّبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور اُن کے رگ و ریشہ میں اِس قدر محبّتِ الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ اُن کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبُوبِ حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار

اُن کے دِلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت اُنس اور شوق اُن کے قلوبِ صافیہ پر مستولی ہوجاتا ہے کہ جو غیر سے بکلّی منقطع اور گسستہ کردیتا ہے اور آتشِ عشقِ الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اَوقاتِ خاصّہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبّانِ صادق اِس جوشِ محبّت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ ان کے لئے غیر ممکن ہوجاتا ہے۔ جیسے عشّاقِ مجازی کے لئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبُوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کے لئے دن رات مَرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چھپائے رکھیں بلکہ وہ عشق جو اُن کے کلام اور اُن کی صُورت اور اُن کی آنکھ اور اُن کی وضع اور اُن کی فطرت میں گُھس گیا ہے اور اُن کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ اُن کے چُھپانے سے ہرگز چُھپ ہی نہیں سکتا اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہوجاتا ہے اور سب سے بزرگ تر اُن کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کرلیتے ہیں اور اگر آلام اُس کی طرف سے پہنچیں تو محبّتِ ذاتی کے غلبہ سے برنگِ انعام اُن کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربتِ عَذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تلوار کی تیز دھار اُن میں اور اُن کے محبوب میں جُدائی نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیّہ عظمیٰ اُن کو اپنے اس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتی۔ اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبّت میں لذّات پاتے اور اُسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں اور اُسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اُسی کو اگر آرام پاتے ہیں تو اُسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اُسی کے ہو رہتے ہیں۔ اُسی کے لئے جیتے ہیں اُسی کے لئے مَرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہوکر پھر بے خود ہیں۔ نہ عزّت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے۔ نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کے لئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لایُدرک آتش سے جلتے جاتے

ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں اور تفہیم اور تفہّم سے صُمٌّ بُکْمٌ ہوتے ہیں اور ہر یک مصیبت اور ہر یک رُسوائی کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اُس سے لذّت پاتے ہیں ؎

عشق است کہ بر خاک مذلّت غلطاند ۞ عشق است کہ بر آتشِ سوزاں بنشاند

کس بہرِ کسے سر ندہد جاں نہ فشاند ۞ عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

ازاں جملہ اخلاقِ فاضلہ ہیں جیسے سخاوت، شجاعت، ایثار، عُلوِّ ہمّت، وفورِ شفقت، حلم، حیا، مودت، یہ تمام اخلاق بھی بوجہ احسن اور انسب انہیں سے صادر ہوتے ہیں اور وہی لوگ بہ یمن متابعت قرآنِ شریف وفاداری سے اخیر عمر تک ہر یک حالت میں ان کو بخوبی وشائستگی انجام دیتے ہیں اور کوئی اِنقباضِ خاطر ان کو ایسا پیش نہیں آتا کہ جو اَخلاقِ حَسنہ کے کماینبغی صادر ہونے سے ان کو روک سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ خوبی علمی یا عملی یا اَخلاقی اِنسان سے صادر ہوسکتی ہے وہ صرف اِنسانی طاقتوں سے صادر نہیں ہوسکتی بلکہ اصل موجب اس کے صدور کا فضلِ الٰہی ہے۔ پس چونکہ یہ لوگ سب سے زیادہ موردِ فضلِ الٰہی ہوتے ہیں اِس لئے خود خداوندِ کریم اپنے تفضّلاتِ لامتناہی سے تمام خوبیوں سے اُن کو متمتّع کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں یُوں سمجھو کہ حقیقی طور پر بجز خدا تعالیٰ کے اَور کوئی نیک نہیں۔ تمام اخلاقِ فاضلہ اور تمام نیکیاں اُسی کے لئے مُسلّم ہیں۔ پھر جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہوکر اس ذاتِ خیرِ محض کا قُرب حاصل کرتا ہے اُسی قدر اَخلاقِ اِلٰہیّہ اس کے نفس پر مُنعکس ہوتے ہیں۔ پس بندہ کو جو جو خُوبیاں اور سچی تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قُرب سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ مخلوق فی ذاتہٖ کچھ چیز نہیں ہے۔ سو اَخلاقِ فاضلہ اِلٰہیّہ کا اِنعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآنِ شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشربِ صافی اور

رُوحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اَخلاقِ فاضلہ اُن سے صدر ہوتے ہیں اس کی نظیر دُنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ مُنہ سے ہر یک شخص دعوٰی کرسکتا ہے اور لاف وگزاف کے طور پر ہر یک کی زبان چل سکتی ہے مگر جو تجربہ صحیحہ کا تنگ دروازہ ہے اُس دروازہ سے سلامت نکلنے والے یہی لوگ ہیں۔ اور دوسرے لوگ اگر کچھ اَخلاقِ فاضلہ ظاہر کرتے بھی ہیں تو تکلّف اور تصنّع سے ظاہر کرتے ہیں اور اپنی آلودگیوں کو پوشیدہ رکھ کر اور اپنی بیماریوں کو چُھپا کر اپنی جُھوٹی تہذیب دکھلاتے ہیں اور ادنٰی ادنٰی امتحانوں میں اُن کی قلعی کُھل جاتی ہے اور تکلّف اور تصنّع اخلاقِ فاضلہ کے ادا کرنے میں اکثر وہ اِس لئے کرتے ہیں کہ اپنی دُنیا اور معاشرت کا حُسنِ انتظام وہ اسی میں دیکھتے ہیں۔ اور اگر اپنی اندرونی آلائشوں کی ہر جگہ پَیروی کریں تو پھر مہماتِ معاشرت میں خلل پڑتا ہے۔ اور اگرچہ بقدر استعدادِ فطرتی کے کچھ تخم اخلاق کا اُن میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اکثر نفسانی خواہشوں کے کانٹوں کے نیچے دَبا رہتا ہے اور بغیر آمیزش اغراضِ نفسانی کے خالصًا للہ ظاہر نہیں ہوتا چہ جائیکہ اپنے کمال کو پہنچے۔ اور خالصًا للہ اُنہیں میں وہ تخم کمال کو پہنچتا ہے کہ جو خدا کے ہو رہتے ہیں اور جن کے نفوس کو خدائے تعالیٰ غیریّت کی لَوث سے بکلّی خالی پاکر خود اپنے پاک اخلاق سے بھر دیتا ہے اور اُن کے دِلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ اس کو آپ پیارے ہیں پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلّق باخلاق اللّٰہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کے توسّط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور اُن کو بھوکے اور پیاسے پاکر وہ آبِ زلال ان کو اپنے اُس خاص چشمہ سے پلاتا ہے جس میں کسی مخلوق کو علیٰ وجہ الاصالت اس کے ساتھ شرکت نہیں۔

اور منجملہ اُن عطیات کے ایک کمالِ عظیم جو قرآن شریف کے کامل تابعین کو دیا جاتا ہے عبودیّت ہے۔ یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصانِ ذاتی اپنا پیشِ نظر

رکھتے ہیں اور بشہود کبریائی حضرتِ باری تعالیٰ ہمیشہ تذلّل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت ذِلّت اور مُفلسی اور ناداری اور پُرتقصیری اور خطاداری سمجھتے ہیں اور ان تمام کمالات کو جو ان کو دیئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباسِ مستعار کی طرح معرضِ زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اُسی کی ذاتِ کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفاتِ الٰہیہ کے کامل شہُود سے اُن کے دِل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلّی کھوئے جاتے ہیں اور عظمتِ الٰہی کا پُرجوش دریا اُن کے دِلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزارہا طور کی نیستی اُن پر وارد ہو جاتی ہے اور شرکِ خفی کے ہر یک رگ و ریشہ سے بکلّی پاک اور منزّہ ہو جاتے ہیں۔"

(براہینِ احمدیہ صفحہ ۵۱۰ تا ۵۲۳ حاشیہ در حاشیہ ۳)



نُورِ فرقاں ہے جو سب نُوروں سے اجلیٰ نکلا ❊ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پَودا ❊ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے ❊ جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں ❊ مَئےِ عرفاں کا یہی ایک ہی شیشا نکلا
کِس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ❊ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ مُوسیٰ کا عَصا ہے فرقاں ❊ پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور ❊ ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بَیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دُنیا میں ٭ جن کا اِس نُور کے ہوتے بھی دِل اعمیٰ نکلا

(براہینِ احمدیہ صفحہ ۲۹۵ حاشیہ درحاشیہ ۲)



جمال و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بَشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سُخن میں اُس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بَشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نُورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

اَرے لوگو کرو کچھ پاسِ شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اَب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کِذب و بُہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خُدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اِس قدر دِل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دِل پر تمہارے جہل کے پَردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کِیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دِل و جاں اُس پہ قرباں ہے

(براہینِ احمدیہ صفحہ ۱۸۸)



شانِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نگاہ میں

مقامِ خاتم النّبیّین صلّی اللہ علیہ وسلم
اور
حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کی عارفانہ تحریرات

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جس شدّت، عقیدت اور معرفتِ تامّہ کے ساتھ خاتم الانبیاء والاصفیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے تھے اس کا اندازہ خود آپؑ کی تحریرات کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ پس اس ضمن میں آپؑ کی متعدّد تحریرات سے بعض اقتباسات پیش ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّت، یقین، معرفت اور بصیرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصّہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف بھی نہیں ہے۔ وہ اِس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں، انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہؤا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختمِ نبوّت کیا ہوتا ہے، اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوّت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا، بجز اُن لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۴۲)

"ہماری کوئی کتاب بجز قرآن شریف نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسُول بجز محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم کے نہیں اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور ہم اِس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچّوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اَور کوئی دعوٰی بالمقابل نہیں ہے اور جو شخص ہماری طرف یہ منسُوب کرے وہ ہم پر اِفتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریمؐ کے ذریعہ فیضِ برکات پاتے ہیں اور قرآن کریم کے ذریعہ سے ہمیں فیضِ معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے خلاف کچھ بھی دِل میں نہ رکھے، ورنہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دِہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردُود اور قابلِ مؤاخذہ ہے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۷ر اگست ۱۸۹۹ء"

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم)

"اِنِّیْ اَرَی فِیْ وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ شَأْنًا یَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ
وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِیْ وَجْهِهٖ وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ
فَاقَ الْوَرٰی بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّیَّانِ
لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی رِیْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْیَانِ
تَمَّتْ عَلَیْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِیَّةٍ خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانِ
هُوَ خَیْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ وَالْفَضْلُ بِالْخَیْرَاتِ لَا بِزَمَانِ
یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِ"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۴ تا ۵۹۶)

نُورٌ عَلٰی نُوْر :-

" وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کاملؑ میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور اَرفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"
(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

" سیّدِ شاں آنکہ نامش مصطفٰے است
رہبرِ ہر زمرۂ صدق و صفا است

می درخشد رُوئے حق در رُوئے اُو
بُوئے حق آید زِبام و کُوئے اُو

ہر کمالِ رہبری بر وَے تمام
پاک رُوئے و پاک رُویاں را امام"

(ضیاء الحق صؔ)

" سُورۃ آلِ عمران جزو تیسری میں مفصّل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیّتِ شانِ ختم الرسلؑ پر جو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اِس عظمت اور جلالت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو اِسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گزرے ہیں وہ سب کے سب عظمت و جلالیّتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔"
(سُرمہ چشم آریہ حاشیہ صؔ)

"ایک کامل انسان اور سید الرسلؐ کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہؤا اور نہ ہوگا، دُنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دُنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی"۔

(براہین احمدیہ)

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی اور اِنشراحِ صدری و عصمت و حیاء و صدق و صفاء و توکّل و وفا و عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اِس لئے خدائے جلّ شانہٗ نے ان کو عطرِ کمالاتِ خاصّہ سے سب سے زیادہ معطّر کیا اور وہ سینہ و دِل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دِل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی الٰہی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین و آخرین کی وحیوں سے اَقویٰ و اَکمل و اَرفع و اَتم ہو کر صفاتِ الٰہیّہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو"۔

(سُرمہ چشمِ آریہ صفحہ ۲۳، ۲۴ حاشیہ)

"وہ اِنسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے رُوحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ عِلماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا۔ وہ اِنسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے رُوحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مَرا ہؤا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النّبیّین جنابِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درُود بھیج جو ابتداءِ دُنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔

اگر یہ عظیم الشّان نبیؐ دُنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دُنیا میں آئے جیسا کہ

یُونسؑ اور ایّوبؑ اور مسیح بن مریمؑ اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دُنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔" (اتمام الحجۃ صفحہ ۳۶)

"مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (اربعین ۱ صفحہ ۳)

"وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالتِ موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مُصلحِ ربّانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقع میں سچّی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نقش جما دیا اور جو نبوّت کی علتِ غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصولِ نجات کی اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۲ - ۱۱۴)

"اعظم اور اکبر حصّہ رُوح القدس کی فطرت کا حضرت سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ..... دُنیا میں معصومِ کامل صرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہؤا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۳۸)

"جب ہم انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوّت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے

ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسُولوں کا فخر، تمام مُرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفٰے و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔" (سراج منیر صفحہ ۸۲)

"سُبحان اللہ ثمّ سُبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشّان نُور ہے جس کے ناچیز خادم، جس کی اَدنیٰ سے اَدنیٰ اُمّت، جس کے احقر سے احقر چاکر مراتبِ مذکورہ بالا (مکالمہ و مخاطبہ الٰہیّہ و اظہار علی الغیب کے مراتب۔ ناقل) تک پہنچ جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ وَحَبِیْبِكَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۶ تا ۲۶۵ حاشیہ نمبر ۱۱)

"مَیں ہمیشہ تعجّب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درُود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا اِنتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیرِ قُدسی کا اندازہ کرنا اِنسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گُم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے اِنتہائی درجہ پر محبّت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اس کے دِل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مُرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اِقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اِنسان نہیں بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محرومِ

ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اِس بات کا اِقرار نہ کریں کہ حقیقی توحید ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی۔ زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اس وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

" اے نادانو! اور آنکھوں کے اندھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کی رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مُردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوحانی فیضان قیامت تک جاری ہے اِس لئے باوجود آپؐ کے اس فیضان کے اِس اُمّت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپؐ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اُس نے اِس عاجز کو بنایا۔" (چشمہ مسیحی صفحہ ۷۴، ۷۵)

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اَخلاق کے متمّم ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپؐ کے اَخلاق کا قائم کیا ہے۔" (الحکم ۱۰ ر مارچ ۱۹۰۴ء)

" صراطِ مستقیم فقط دینِ اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبیؐ اور ایک ہی رسولؐ ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ اور افضل سب نبیوں سے اور اَتم اور اَکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں جن کی پَیروی سے خدا ملتا ہے اور ظلماتی پَردے اُٹھتے ہیں اور اس جہان میں سچّی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۵ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

" اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اَور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اِسی وجہ سے آپؐ کا نام خَاتَمُ النَّبِیّٖن ٹھہرا یعنی آپؐ کی پَیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجّہِ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوّتِ قدسیہ کسی اَور نبی کو نہیں ملی ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتَم النّبیّین ہونے کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اِس اُمّت میں بڑی بڑی اِستعدادیں رکھ دی ہیں یہاں تک کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بھی حدیث میں آیا ہے۔ اگرچہ محدّثین کو اس پر جرح ہے مگر ہمارا نُورِ قلب اِس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے اور ہم بلا چُون وچرا اس کو تسلیم کرتے ہیں اور بذریعہ کشف بھی کسی نے اِس حدیث کا اِنکار نہیں کیا بلکہ اگر کی ہے تو تصدیق ہی کی ہے۔"

(الحکم ۱۷/۲۴ اگست ۱۹۰۴ء)

" تمام رسالتیں اور نبوّتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سَیّد ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہنچ گئیں ۔" (اِسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۰، ۸۱)

" بلا شُبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رُوحانیّت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام اِنسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوّتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرتِ اِنسانی کی بے بار وبَر نہ رہی اور ختمِ نبوّت آپؐ پر نہ صرف زمانہ کے تأخّر کی وجہ سے ہؤا بلکہ اِس وجہ سے بھی کہ تمام کمالاتِ نبوّت آپؐ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپؐ صفاتِ الٰہیّہ کے مظہرِ اَتَم تھے اِسلئے آپؐ کی شریعت صفاتِ جلالیہ وجمالیہ دونوں کی حامل تھی۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴تا۶، طبع اوّل)

" وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک نبی کے لئے متمّم اور مکمّل ہے اور اس

ذاتِ عالی کے ذریعہ سے جو کچھ امرِ مسیح اور دوسرے نبیوں کا مُشتبہ اور مخفی رہا تھا وہ چمک اُٹھا اور خدا نے اس ذاتِ مقدّس پر انہیں معنوں کرکے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اس وجودِ باجود پر ختم ہو گئے۔ وَھٰذَا فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۱۱)

"جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہؤا اس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبارِ زمان اور کیا باعتبارِ مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اِس لئے قدرت کی تجلیات کا پُورا اور کامل حصہ اس کو مِلا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتَم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیّہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتَم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمّت اور ہمدردی نے اُمّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختمِ رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیضِ وحی آپؐ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمّتی نہ ہو اس پر وحیٔ الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے اِن معنوں سے آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمّتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپؐ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا اِنسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل مُلہم ہو سکتا ہے کیونکہ مُستقل نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلّی نبوّت جس کے معنے ہیں کہ محض فیضِ محمّدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا اِنسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان

دُنیا سے مِٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمّت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطباتِ الٰہیّہ کے دروازے کُھلے رہیں اور معرفتِ الٰہیّہ جو مدارِ نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷، ۲۸)

"مَیں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے۔ وہ شخص جُھوٹا اور مُفتری ہے جو آپؐ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپؐ کی نبوّت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوّت کو چھوڑتا ہے مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اَور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپؐ کی ختمِ نبوّت توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس مُہرِ نبوّتِ محمدی نہ ہو۔"

(الحکم ۱۰؍ جون ۱۹۰۵ء صـــ۲)

"خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرمایا ہے کہ آنجنابؐ اپنی رُوحانیت کی رُو سے ان صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیلِ نفوس کی جاتی ہے اور وحیٔ الٰہی اور شرفِ مکالمات انکو بخشا جاتا ہے جیسا کہ وہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لٰکِنْ کا لفظ زبانِ عرب میں اِستدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارکِ مافات کے لئے۔ سو اِس آیت کے پہلے حصّے میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لٰکِنْ کے لفظ سے ایسے فوت شدہ امر کا اِس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد براہِ راست فیوضِ نبوّت منقطع ہوگئے اب کمالِ نبوّت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا ـــــ"

(ریویو برمباحثہ بٹالوی وچکڑالوی صفحہ ۶، ۷)

" کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسُول اور نبی ہوں۔ صاحبِ انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوّت یا رسالت کا دعوٰی نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لُغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزمِ کُفر نہیں مگر مَیں اِس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے مُجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوّت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو مَیں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ اُن الہامات میں جو لفظ مُرسل یا رسُول یا نبی میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مشتمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی مَیں علیٰ رؤوس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پُرانا اور نہ کوئی نیا۔ وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَ سَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرَکَ الْقُرْاٰنَ وَاَحْکَامَ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ فَھُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوّت کا دعوٰی کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جُدا ہو کر آپ ہی براہِ راست

نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ مُلحد، بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیّر و تبدّل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔" (انجامِ آتھم صفحہ ۲۷، ۲۸ حاشیہ)

"اِن معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسولِ مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اِس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے سو اَب بھی مَیں اِن معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے اِنکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

اِس کے معنے صرف اِس قدر ہیں کہ مَیں صاحبِ شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ مَیں باوجود نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا رُوحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِسی واسطے کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر مَیں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اِس طور سے خاتم النّبیّین کی مُہر محفوظ رہی کیونکہ مَیں نے اِنعکاسی اور ظِلّی طور پر محبّت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحیٔ الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مُہر نہیں ٹوٹتی۔" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶، ۷)

"اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں پھر آپؐ کے بعد اُور نبی کس طرح آسکتا ہے؟ اِس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اِس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا، نہیں آسکتا جس طرح آپ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اُتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلۂ وحیٔ نبوّت کا جاری رہنا اور زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اس عقیدہ کے کذبِ صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچّا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور اِس آیت میں پیشگوئی ہے جس سے ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوّت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدّیقی کی کُھلی ہے یعنی فنا فی الرّسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوّت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوّتِ محمدیؐ کی چادر ہے اِسلئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اِس لئے اس کا نام آسمان پر محمدؐ اور احمدؐ ہے۔ اِس کے یہ معنی ہیں کہ محمدؐ کی نبوّت آخر محمدؐ ہی کو ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اُور کو۔ پس یہ آیت کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ لَيْسَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْيَا وَلٰكِنْ هُوَ اَبٌ لِرِجَالِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى فُيُوْضِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ تَوَسُّطِهٖ۔ غرض میری نبوّت اور رسالت

باعتبارِ محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رُو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسولؐ مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسیٰؑ کے اُترنے سے فرق ضرور آئے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لُغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اِطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیبِ مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اَب اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اِن معنوں کی رُو سے نبی سے اِنکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ اُمّت مکالمات و مخاطباتِ الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جسکے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اِس طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسُول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسّط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسولؐ کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا جائے یُونہی نبوّت کا لقب عنایت کیا جائے۔ وَمَنِ ادَّعٰی فَقَدْ کَفَرَ۔ اِس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتَم النّبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا مُہر توڑنے والا ہوگا جو خاتم النّبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النّبیین میں ایسا گُم ہو کہ بباعث نہایت اِتحاد اور نفیِ غیریّت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدؐی چہرہ کا اس میں اِنعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظِلّی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعوئ نبوّت کے جس کا نام ظِلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا پھر بھی سیّدنا محمدؐ خاتم النّبیین ہی رہا۔ کیونکہ یہ محمدؐ ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر

اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مُہر توڑنے کے آ نہیں سکتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴ تا ۶)

" یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اسکے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی پاسکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعتِ نبوی سے نعمتِ وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اِتّباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوّت شریعت والی یا نبوّتِ مُستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔ وَلَا سَبِیْلَ اِلَیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَادَّعٰی اَنَّہٗ نَبِیٌّ صَاحِبُ الشَّرِیْعَةِ اَوْمِنْ دُوْنِ الشَّرِیْعَةِ وَلَیْسَ مِنَ الْاُمَّةِ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ رَجُلٍ غَمَّرَہُ السَّیْلُ الْمُنْھَمِرُ فَاَلْقَاہُ وَرَاءَہٗ وَلَمْ یُغَادِرْ حَتّٰی مَاتَ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اُسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی رُوحانیت کی رُو سے اُن صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیلِ نفوس کی جاتی ہے اور وحیٔ الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لٰکِنْ کا لفظ زبانِ عرب میں اِستدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارکِ مافات کے لئے۔ سو اس آیت کے پہلے حصّہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لٰکِنْ کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اِس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ کے بعد براہِ راست فیوضِ نبوّت منقطع ہو گئے اور اب کمالِ نبوّت صرف اُس شخص کو

ملے گا جو اپنے اعمال پر اِتباعِ نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا اور اِس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔ غرض اِس آیت میں ایک طَور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طَور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اِعتراض جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دُور کیا جائے۔ ماحصل اِس آیت کا یہ ہوُا کہ نبوّت گو بغیر شریعت ہو، اِس طرح پر تو مُنقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوّت حاصل کر سکے لیکن اِس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوّت چراغِ نبوّتِ محمدؐیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحبِ کمال ایک جہت سے تو اُمّتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتسابِ انوارِ محمدؐیہ نبوّت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور اِس طَور سے بھی تکمیل نفوسِ مستعدہ اُمّت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے اَبتر ٹھہرتے ہیں۔ نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ رُوحانی طور پر کوئی فرزند۔ اور مُعترض سچّا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اَبتر رکھتا ہے۔

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّتِ مُستقلہ جو براہِ راست ملتی ہے اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جب تک کوئی اُمّتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدؐیہ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا۔"

"تمام نبوّتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکیں اُن کی الگ طور پر پَیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوّتِ محمدؐیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچّائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچّائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچّائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اِس لئے اس نبوت پر تمام نبوّتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوّتِ

محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوّتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوّت کی پَیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پَیروی سے خدا تعالیٰ کی محبّت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مِل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا مگر اس کا کامل پَیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوّتِ کاملہ تامّہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں اُمّتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوّتِ تامّہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوّت کی چمک اسی فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیّت اور کمیّت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کُھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوّت کے نام سے موسُوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اور جن کے لئے یہ دُعا سکھائی گئی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ان کے تمام افراد اس مرتبۂ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ اُمّتِ محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوّتِ قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اس کے وہ دُعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فردِ اُمّت کو براہِ راست بغیر پَیروی نورِ نبوّتِ محمدیہ کے مل سکتا تو ختمِ نبوّت کے معنے باطل ہوتے تھے پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامّہ مطہّرہ مقدّسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسُول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور اُمّتی ہونے کا مفہوم اور پَیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ

پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ اُن کے محویّت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مُنعکس ہوگیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہؤا۔" (رسالہ الوصیّت صفحہ ۱۱، ۱۲)

" اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپؐ کی پَیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوّتیں بند ہیں۔" (تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۴، ۲۵)

آیت خاتم النبیین کی تفسیر

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (سورۃ احزاب ع ۵)

محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسُول اور خاتم النّبیین ہیں۔ کسی بالغ مَرد کا باپ نہ ہونا اِس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ وہ نبی نہیں ہے۔ اگر قرآن کریم نے یہ دلیل پیش کی ہوتی کہ جو شخص کسی بالغ مَرد کا باپ نہ ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا یا قرآن کریم سے پہلے بعض قوموں کا یہ عقیدہ ہوتا تو ہم کہتے کہ قرآن کریم میں اس عقیدہ کا اِستثناء بیان کیا گیا ہے یا اِس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے لیکن یہ تو کسی قوم کا مذہب نہیں کہ جو کسی مَرد کا باپ نہ ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ مسلمان اور عیسائی تو حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی نبوّت کے قائل ہیں اور یہودی ان کی بزرگی مانتے ہیں مگر یہ کوئی تسلیم نہیں کرتا کہ ان کے ہاں اَولاد تھی کیونکہ ان کی تو شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ پس اِس آیت کے معنے کیا ہوئے کہ محمدؐ تم میں سے کسی بالغ مَرد کے باپ نہیں لیکن نبی ہیں۔ لازماً اِس فقرہ کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ایک شخص جس کے متعلق لوگ غلطی سے یہ کہتے تھے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبنّٰی ہے اس اظہار کے بعد کہ وہ متبنّٰی نہیں اِس امر کا کیا تعلق تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا ذکر کیا جاتا اور پھر اِس بات کا کیا تعلق تھا کہ آپؐ کی ختمِ نبوّت کا ذکر کیا جاتا۔ کیا اگر زید رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے دیتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی نہ کرتے تو ختمِ نبوّت کا مسئلہ مخفی رہ جاتا۔ کیا اتنے اہم اور عظیم الشّان مسائل یُونہی ضمناً بیان ہُوا کرتے ہیں؟ اِس کے علاوہ جیسا کہ ہم اُوپر لکھ چکے ہیں کسی مَرد کے باپ ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ نبوّت کا کوئی تعلق نہیں۔ پس ہمیں قرآن کریم پر غور کرنا چاہیئے کہ کیا کسی اَور جگہ کوئی ایسی بات بیان ہوئی ہے جس سے اگر بالغ مَردوں کے باپ ثابت نہ

ہوں تو لفظ مُشتبہ ہو جاتا ہے کیونکہ لٰکِنْ کا لفظ عربی زبان میں اور اس کے ہم معنی لفظ دُنیا کی ہر زبان میں کسی شُبہ کے دُور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اِس اُلجھن کو دُور کرنے کے لئے ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں صاف لکھا ہؤا نظر آتا ہے کہ :-

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(سُورۃ الکوثر)

ہم نے تجھ کو کوثر عطا فرمایا ہے پس تُو اللہ تعالیٰ کی عبادتیں اور قربانیاں کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی نرینہ اولاد سے محروم ہے تُو نہیں۔

یہ آیت مکّی زندگی میں نازل ہوئی تھی اس میں ان مُشرکینِ مکّہ کا ردّ کیا گیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی وفات ہو جانے پر طعنہ دیا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اس کی تو نرینہ اولاد نہیں۔ آج نہیں تو کل اس کا سِلسلہ ختم ہو جائے گا۔ (البحر المحیط)

اِس سُورۃ کے نزول کے بعد مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہوگی اور زندہ رہے گی لیکن ہؤا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ رہنے والی اولادِ نرینہ تو ان کے خیال کے مطابق ہوئی نہیں اور جن دشمنوں کے متعلق هُوَ الْاَبْتَرُ کہا گیا تھا ان کی اولادِ نرینہ زندہ رہی۔ چنانچہ ابوجہل کی اولاد بھی زندہ رہی، عاص کی اولاد بھی زندہ رہی، ولید کی اولاد بھی زندہ رہی (گو آگے چل کر ان کی اولاد مسلمان ہو گئی اور ان میں سے بعض لوگ اکابر صحابہؓ میں بھی شامل ہوئے) جب حضرت زیدؓ کا واقعہ پیش آیا اور لوگوں کے دِلوں میں شبہات پیدا ہوئے کہ زیدؓ کی مطلقہ سے جو آپؐ کا متبنّٰی تھا آپؐ نے شادی کر لی ہے اور یہ اِسلامی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ بہو سے شادی جائز نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو سمجھتے ہو کہ زید (رضی اللہ عنہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں یہ غلط ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بالغ جوان مرد کے باپ ہیں ہی نہیں اور "مَا كَانَ" کے الفاظ عربی زبان میں صرف یہی معنی نہیں دیتے کہ اِس وقت باپ نہیں بلکہ یہ معنی بھی دیتے ہیں کہ آئندہ بھی باپ نہیں ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں

آتا ہے ” کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ○“ (سورہ نساء) یعنی اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم تھا، ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔
اِس اعلان پر قدرتاً لوگوں کے دِلوں پر ایک اَور شُبہ پَیدا ہونا تھا کہ مکّہ میں تو سُورۃ کوثر کے ذریعہ یہ اِعلان کیا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمن تو اولادِ نرینہ سے محروم رہیں گے مگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) محروم نہیں رہیں گے لیکن اب سالہا سال کے بعد مدینہ میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ اب کِسی بالغ مَرد کے باپ ہیں نہ آئندہ ہوں گے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ سُورۃ کوثر والی پیشگوئی (نعوذ باللہ) جُھوٹی نکلی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مشکوک ہے۔
اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی ہمارے اِس اعلان سے لوگوں کے دِلوں میں یہ شبہ پَیدا ہوُا ہے کہ یہ اعلان تو (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جُھوٹا ہونے پر دلالت کرتا ہے لیکن اِس اعلان سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے۔ باوجود اِس اِعلان کے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسُول ہیں بلکہ خاتم النّبیّین ہیں یعنی نبیوں کی مُہر ہیں۔ پچھلے نبیوں کے لئے بطور زینت کے ہیں اور آئندہ کوئی شخص نبوّت کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتا جب تک کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مُہر اس پر نہ لگی ہو۔ ایسا شخص آپؐ کا رُوحانی بیٹا ہوگا اور ایک طرف سے ایسے رُوحانی بیٹوں کے محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمّت میں پَیدا ہونے سے اور دوسری طرف اکابرِ مکّہ کی اولاد کے مسلمان ہوجانے سے یہ ثابت ہوجائے گا کہ سُورۃ کوثر میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ ٹھیک تھا۔ ابوجہل، عاص اور ولید کی اولاد ختم کی جائے گی اور وہ اولاد اپنے آپ کو محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منسُوب کردے گی اور آپؐ کی رُوحانی اولاد ہمیشہ جاری رہے گی اور قیامت تک ان میں ایسے مقام پر لوگ فائز ہوتے رہیں گے جس مقام پر کوئی عورت کبھی فائز نہیں ہوسکتی یعنی نبوّت کا مقام۔ جو صرف مَردوں کے لئے مخصوص ہے۔

پس سُورۃ کوثر کو سُورہ احزاب کے سامنے رکھ کر ان معنوں کے سوا اَور کوئی معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر خاتم النّبیّین کے یہ معنے کئے جائیں کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن

وہ اللہ کے رسول ہیں اور آئندہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ آیت بالکل بے معنیٰ ہو جاتی ہے اور سیاق وسباق سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا اور کفار کا وہ اعتراض جس کا سورۃ کوثر میں ذکر کیا گیا ہے پختہ ہو جاتا ہے۔

آیت خاتم النبیین کی تفسیر قرآن مجید کی دوسری آیات کی رُو سے

قرآنِ عظیم ایک کامل ومکمل کتاب ہے جس کا اعجاز یہ ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منفرد مقام ختمِ نبوت ہی کا ذکر نہیں کیا بلکہ متعدد جگہوں پر اس کی تفسیر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

اِس سلسلہ میں ہم قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ سُورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ۝ (الحج ع۱۰)

اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے کچھ افراد کو رسول بنانے کے لئے چُن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً دعاؤں کو سُنتا اور حالات کو دیکھتا ہے۔

اِس آیت سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کا ذکر ہے۔ آپ سے پہلے کے لوگوں کا ذکر نہیں ہے اور اِس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسول چُنتا ہے اور چُنتا رہیگا یقینا اللہ تعالیٰ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یعنی آپ کے زمانۂ نبوت میں اَور اِنسان بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول کا نام پانے والے کھڑے ہوں گے۔

۲۔ سُورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دُعا سکھلائی ہے:۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

یا اللہ تُو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیرے اِنعام ہوئے ہیں۔

یہ دُعا پانچ وقت فرضًا اور اس کے علاوہ کئی اَور وقت نفلاً مسلمان پڑھتے ہیں۔ اب سوال ہے کہ منعم علیہ گروہ کا رستہ کیا ہے؟ قرآن شریف نے خود اس کی تشریح فرمائی ہے۔ فرمایا:۔

وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النّسآء ع ۹)

اگر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر عمل کریں اور بشاشت کے ساتھ ان کی فرمانبرداری کریں تو ہم ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیں گے۔

پھر اس صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے کا طریقہ یوں بیان کیا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النّسآء ع ۹)

اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ تو وہ ان لوگوں کے گروہ میں شامل کئے جائیں گے جن پر خدا تعالیٰ نے اِنعام کیا ہے یعنی نبیوں کے گروہ میں اور صدّیقوں کے گروہ میں شہیدوں کے گروہ میں اور صالحین کے گروہ میں اور یہ لوگ سب سے بہتر ساتھی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فضل ہے اور اللہ تعالیٰ تمام امور کو بہتر سے بہتر جانتا ہے۔

اِس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ مُنعم علیہ گروہ کا رستہ وہ رستہ ہے جس پر چل کر انسان نبیوں میں اور صدّیقوں میں اور شہیدوں میں اور صلحاء میں شامل ہوتا ہے۔

بعض لوگ اِس جگہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں "مَعَ" کا لفظ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مُنعم علیہ گروہ کے ساتھ ہوں گے خود مُنعم علیہ گروہ میں شامل نہیں ہوں گے حالانکہ اِس آیت کے یہ معنی ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ اِس صورت میں اِس آیت کے یہ معنی بن جائیں گے کہ یہ لوگ مُنعم علیہ گروہ کے ساتھ ہوں گے لیکن اس گروہ میں شامل نہیں ہوں گے یعنی نبیوں کے ساتھ ہوں گے لیکن نبیوں میں شامل نہیں ہوں گے

صدّیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر صدّیقوں میں شامل نہیں ہوں گے۔ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے لیکن شہیدوں میں شامل نہیں ہوں گے۔ اور صالحین کے ساتھ ہوں گے لیکن صالحین میں شامل نہیں ہوں گے۔ گویا اِن معنوں کی رُو سے اُمّتِ محمّدیہ صرف نبوّت سے ہی محروم نہیں ہوئی بلکہ صدّیقیّت سے بھی محروم ہوگئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ ابوبکر صدّیق ہے وہ نعوذ باللہ غلط ہے۔ وہ شہداء کے درجہ سے بھی محروم ہوگئی اور قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہداء کے مقام پر ہیں وہ بھی غلط ہے۔ (شہداء علی النّاس (البقرہ ع۱۷) اور صالحین میں بھی اس اُمّت کا کوئی آدمی داخل نہیں ہوتا اور جو یہ خیال ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ میں بہت سے صلحاء گزرے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے نعوذ باللہ۔

کیا کوئی عقلمند آدمی جس کو قرآن اور حدیث پر عبور ہو اِن معنوں کو مان سکتا ہے؟ مَعَ کے معنی ساتھ کے نہیں ہوتے مَعَ کے معنی شمولیّت کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں مومنوں کو یہ دُعا سکھلائی گئی ہے:

تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ (اٰل عمران ع۲۰)

اے اللہ ہم کو ابرار کے ساتھ موت دے۔ اور ہر مسلمان اِس کے یہی معنی کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے ابرار میں شامل کر کے موت دے یہ معنی کوئی نہیں کرتا کہ یا اللہ جس دن کوئی نیک آدمی مَرے اُسی دِن مَیں بھی مَر جاؤں۔

اِسی طرح قرآن کریم میں ہے:۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النّسآء ع۲۱)

یعنی منافق جہنّم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تُو کسی کو ان کا مددگار نہ دیکھے گا۔ ہاں جو توبہ کرے اور اِصلاح کرے اور خدا تعالیٰ کی تعلیم کو مضبوطی سے پکڑے اور خدا تعالےٰ

کے لئے اپنی اطاعت مخصوص کرے تو وہ مومنوں میں شامل کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جلد مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔

اِس جگہ " مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ " کے الفاظ ہیں مگر مَعَ، مِنْ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اِسی طرح سُورۃ الحجر ع۳ میں آیا ہے :۔

مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝

اے ابلیس! کیوں تُو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوُا۔

مگر سُورۃ الاعراف ع۲ میں ہے لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ تھا۔ پس "مَعَ" قرآن کریم میں "مِنْ" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور قرآن کریم کی مشہور لُغت "مُفردات القرآن" مصنّفہ امام راغبؒ میں بھی لکھا ہے :۔

وَقَوْلُهٗ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ، اَیْ اِجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِهِمْ اِشَارَةً اِلٰی قَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ۔ (مفرداتِ راغب صفحہ ۴۳۵ زیر لفظ کَتَبَ)

یعنی فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ میں "مَعَ" کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو زُمرۂ شاہدین میں داخل فرما جس طرح کہ آیت فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ میں مَعَ کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے مُنعم علیہم کے زُمرہ میں شامل ہوں گے۔

نیز تفسیر بحر محیط میں امام راغبؒ کے اِس قول کی مزید تشریح اِن الفاظ میں کی گئی ہے :۔

قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ اَلنَّبِیَّ بِالنَّبِیِّ وَالصِّدِّیْقَ بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّهِیْدَ بِالشَّهِیْدِ وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ۔

(تفسیر بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

یعنی امام راغبؒ کے نزدیک اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے نبیوں، صدّیقوں، شہیدوں اور صالحین میں شامل

کئے جائیں گے۔ یعنی اِس اُمّت کا نبی، نبی کے ساتھ۔ صدّیق، صدّیق کے ساتھ۔ شہید، شہید کے ساتھ۔ صالح، صالح کے ساتھ۔

۳۔ اِسی طرح مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (الاعراف ع۴)

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سُنائیں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کی باتوں پر کان دھریں گے اور اِصلاح کے طریق کو اختیار کریں گے ان کو آئندہ کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ ہی گزشتہ غلطیوں پر انہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔

اِس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ میں رسول آتے رہیں گے۔ اِسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ○ (المرسلٰت ع۱)

اور جب رسول ایک وقتِ مقررہ پر لائے جائیں گے۔

یعنی آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو بروزی رنگ میں دوبارہ ظاہر کرے گا۔ شیعہ لوگ اِسی سے اِستدلال کرتے ہیں کہ امام مہدی کے زمانہ میں تمام رسول لائے جائیں گے اور وہ ان کی اتّباع کریں گے۔

چنانچہ تفسیر "قُمّی" میں لکھا ہے:۔

مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلَّا وَیَرْجِعُ اِلَی الدُّنْیَا فَیَنْصُرُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(تفسیر القُمّی صفحہ ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر آخر تک جتنے نبی بھیجے ہیں وہ ضرور دُنیا میں واپس آئیں گے

اور امیر المؤمنین مہدی کی مدد کریں گے۔

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سارے رسول آئیں گے اور پھر بھی آپؐ کی ختمِ نبوّت نہیں ٹوٹے گی۔

بہرحال قرآن کریم کی آیتوں میں سے چند آیات بطور نمونہ درج کر دی گئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور کفش برداری میں اور حضورؐ کے دین کی اشاعت کے لئے اُمّتِ محمّدیہ میں اُمّتی نبی آ سکتے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے، قرآن کے زندہ کتاب ہونے اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر ابدی اور فیصلہ کُن دلیل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے معنی لُغتِ عربی کی رُو سے

خَاتَم کا لفظ لُغوی اعتبار سے زبانِ عرب میں جن حقیقی یا مجازی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جماعتِ احمدیہ ان سب کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خَاتَمَ النَّبِیّٖن یقین کرتی ہے۔ مثلاً

آخری نبی۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی رُو سے حضرت سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیّین ہونا بایں معنی ثابت و واضح ہے کہ آپؐ شریعت لانے والے نبیوں میں سے آخری ہیں۔ آپؐ کی شریعت ہمیشہ قائم و دائم ہے کبھی منسوخ نہ ہو گی۔ خاتم النبیّین کے یہ معنی جُملہ فرقوں میں مسلّم اور اجماعی ہیں۔ جماعتِ احمدیہ بھی اِن معنوں پر ایمان رکھتی ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے موجودہ امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مقامِ ختمِ نبوّت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقامِ محمّدیّت میں مُنفرد ہیں۔ آپؐ کے سوا کسی شخص کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ آپؐ خاتم النبیّین ہیں اور رُوحانی رفعتوں کے

لحاظ سے آپؐ آخری نبی ہیں۔ آپؐ اُس وقت سے آخری نبی ہیں جس وقت ابھی آدمؑ کو نبوّت تو کیا انہیں یہ مادی وجود بھی عطا نہ ہؤا تھا۔ غرض سب نبوّتیں نبوّتِ محمدیہ کے تحت حاصل کی گئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی نبوّت کی خاطر اور اسی مقامِ محمدیّت کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا تھا۔ اِس لئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی رُوحانی رفعت ساتویں آسمان تک پہنچنے کے باوجود ختمِ نبوّت کے منافی نہیں ہے۔ اِسی طرح حضرت آدم علیہ السّلام کی رُوحانی رفعت پہلے آسمان تک پہنچنے کے باوجود ختمِ نبوّت میں خلل اندازی نہیں کر رہی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ میرے رُوحانی فرزند یعنی علمائے باطن جو مجھ سے قرآنی علوم حاصل کر کے قرآن کریم کی شریعت کو زندہ اور تابندہ رکھیں گے اور ہر صدی میں آتے رہیں گے وہ بھی انہی انبیاء کی طرح ہیں جن میں سے کوئی پہلے آسمان تک پہنچا، کوئی دوسرے پر، کوئی تیسرے پر، کوئی چوتھے پر، کوئی پانچویں پر، کوئی چھٹے پر، اور ایک ایسا بھی پیدا ہوگا جو انتہائی عاجزی اور عشق کے سارے مراحل طے کرنے کے بعد اور محبّت کی انتہائی رفعتوں کو پا لینے کی وجہ سے ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں جا پہنچے گا اور سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ پائیگا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی رُوحانی رفعت ساتویں آسمان تک پہنچنے پر ختمِ نبوّت کے منافی نہیں پڑتی اسی طرح حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم رُوحانی فرزند کی رُوحانی رفعت ساتویں آسمان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محمدیّت میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کرتی۔

دوسرے یہ تصویر، یہ حقیقتِ معراج ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ کسی کی رُوحانی رفعتیں سات آسمانوں میں محصور ہونے کی وجہ سے مقامِ ختمِ نبوّت میں کوئی خلل نہیں ڈالتیں کیونکہ وہ اَرفع مقام اس کے اُوپر کا مقام ہے اور ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ رُوحانی رفعتوں کے حصول کیلئے

اپنی اپنی اِستعداد کے مطابق کوشش کرو۔ہمیں یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرزندِ جلیل پیدا ہو گا جو ساتویں آسمان تک پہنچ جائیگا تاہم اس کا مقام حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔"

(الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۷۳ء)

مزید تفصیل کے لئے پمفلٹ "مقامِ محمّدیّت کی تفسیر" ضمیمہ نمبر ۸ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب "ازالۂ اوہام" میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ مرتبہ پر آسمان میں جس سے بڑھ کر اَور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى اور اُمّت کے سلام و صلوٰۃ برابر آنحضرتؐ کے حضور میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَكْثَرَ مِمَّا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِيَائِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

نبیوں کا سردار:۔ نبوّت ایک رُوحانی کمال ہے۔نبی ایک صاحبِ مرتبت وجود ہوتا ہے۔صاحبِ کمال و مرتبت وجودوں میں خاتم وہی ہوتا ہے جو اس کمال میں آخری درجہ کو حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ اِس حقیقت کے ثبوت میں برِّصغیر پاک و ہند اور بلادِ عربیہ کی اکتالیس مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں:۔

۱ ۔ ابوتمام (۱۸۸ھ / ۸۰۴ء ۔ ۲۳۱ھ / ۸۴۵ء) شاعر کو خاتم الشعراء لکھا ہے۔(وفیات الاعیان جلد اوّل)

۲ ۔ ابوالطیّب (۳۰۳ھ / ۹۱۵ء ۔ ۳۵۴ھ / ۹۶۵ء) کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔(مقدمہ دیوان المتنبّی مصری ص۵)

۳ ۔ ابوالعلاء المعرّی (۳۶۳ھ / ۹۷۳ء ۔ ۴۴۹ھ / ۱۰۵۷ء) کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔(حوالہ مذکورہ حاشیہ ص۵)

۴ ۔ شیخ علی حزیں (۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء ۔ ۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۷ء) کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔(حیاتِ سعدی ص۱۱۷)

۵ ۔ حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔ (حیاتِ سعدی ص۸۷)

۶۔ حضرت علی خاتم الاَولیاء ہیں۔ (تفسیر صافی۔ سورۂ احزاب)

۷۔ امام شافعی (۱۵۰ھ/۷۶۷ء ۲۰۴ھ/۸۲۰ء) خاتم الاَولیاء تھے۔ (التحفۃ السنیّہ ص۴۵)

۸۔ شیخ ابن العربی (۵۶۰ھ/۱۱۶۴ء ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) خاتم الاَولیاء تھے۔ (سرورق فتوحاتِ مکیہ)

۹۔ کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی ص۳۰۴)

۱۰۔ امام محمد عبدہ مصری خاتم الائمہ تھے۔ (تفسیر الفاتحہ ص۱۴۸)

۱۱۔ السیّد احمد السنوسی خاتم المجاہدین تھے۔ (اخبار الجامعۃ الاسلامیہ فلسطین ۲۷ محرّم ۱۳۵۲ھ)

۱۲۔ احمد بن ادریس کو خاتمۃ العلماء المحقّقین کہا گیا۔ (العقد النفیس)

۱۳۔ ابوالفضل الالوسی کو خاتم المحقّقین کہا گیا ہے۔ (سرورق تفسیر رُوح المعانی)

۱۴۔ شیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم المحقّقین قرار دیا گیا ہے۔ (الحراب ص۳۷۲)

۱۵۔ امام سیوطی (وفات ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کو خاتمۃ المحقّقین لکھا گیا ہے۔ (سرورق تفسیر اِتقان)

۱۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدّثین لکھا جاتا ہے۔ (عجالہ نافعہ)

۱۷۔ الشیخ شمس الدین خاتمۃ الحفّاظ تھے۔ (التجرید الصریح مقدمہ ص۴)

۱۸۔ سب سے بڑا ولی خاتم الاَولیاء ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۴۲۲)

۱۹۔ ترقّی کرتے کرتے ولی خاتم الاَولیاء بن جاتا ہے۔ (فتوح الغیب ص۴۳)

۲۰۔ الشیخ نجیب کو خاتمۃ الفقہاء مانا جاتا ہے۔ (اخبار الصراط المستقیم یافا ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ)

۲۱۔ شیخ رشید رضا کو خاتمۃ المفسّرین قرار دیا گیا ہے۔ (الجامعۃ الاسلامیہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

۲۲۔ الشیخ عبدالحق (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) خاتمۃ الفقہاء تھے۔ (تفسیر الاکلیل سرورق)

۲۳۔ الشیخ محمد نجیب خاتمۃ المحقّقین تھے۔ (الاسلام مصری شعبان ۱۳۵۴ھ)

۲۴۔ افضل ترین ولی خاتم الولایۃ ہوتا ہے۔ (مقدّمہ ابنِ خلدون ص۲۷۱)

۲۵۔ شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ھ - ۱۲۳۶ھ) خاتم المحدّثین والمفسّرین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص۴)

۲۶۔ اِنسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص۲۲ مطبوعہ مصر)

۲۷۔ الشیخ محمد بن عبد اللہ خاتمۃ الحفّاظ تھے۔ (الرسائل النادرہ ص۳)

۲۸۔ علّامہ سعد الدین تفتازانی خاتمۃ المحقّقین تھے۔ (شرح حدیث الاربعین ص۱)

۲۹۔ ابن حجر العسقلانی خاتمۃ الحفّاظ ہیں۔ (طبقات المدلسین سرورق)

۳۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب (۱۱۴۸ھ ۔ ۱۲۹۷ھ) کو خاتم المفسّرین لکھا گیا ہے۔ (اسرارِ قرآنی ٹائیٹل پیج)

۳۱۔ امام سیوطی خاتمۃ المحدّثین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص۲۱)

۳۲۔ بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے۔ (حجۃ الاسلام ص۳۵)

۳۳۔ حضرت عیسٰی خاتم الاصفیاء الائمۃ ہیں۔ (بقیۃ المتقدمین ص۱۸۴)

۳۴۔ حضرت علی خاتم الاوصیاء تھے۔ (منار الہدٰی ص۱۰۹)

۳۵۔ الشیخ الصدّوق کو خاتم المحدّثین لکھا ہے۔ (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ)

۳۶۔ ابوالفضل شہاب الالوسی (۷۷۳ھ / ۱۳۷۱ء ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء) کو خاتم الادباء لکھا ہے۔ (سرورق رُوح المعانی)

۳۷۔ صاحبِ رُوح المعانی نے الشیخ ابراہیم الکورانی کو خاتمۃ المتأخرین قرار دیا ہے۔ (تفسیر رُوح المعانی جلد ۵ صفحہ ۴۵۳)

۳۸۔ مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو خاتم المحدّثین لکھا گیا ہے۔ (کتاب رئیس الاحرار ص۹۹)

۳۹۔ حضرت فرید الدین عطار (۵۱۳ھ / ۱۱۱۹ء ۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں ؎

ختم کردہ عدل و انصافش بحق

تا فراست بردہ از مردم سبق (منطق الطیر ص۲۹)

۴۰۔ جناب مولانا حالّی حضرت شیخ سعدیؒ کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"ہمارے نزدیک جس طرح طعن وضرب اور جنگ وحرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے۔ اسی طرح اخلاق، نصیحت و پند، عشق و جوانی، ظرافت و مزاح، زُہد و ریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم

ہے۔" (رسالہ حیاتِ سعدیؒ صفحہ ۱۰۸)

۱۴۔ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (۱۱۴۸ھ۔ ۱۲۹۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔

"سوجس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصّفات ہو یعنی اس سے اُوپر اَور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال وعطائے مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا۔" (رسالہ اِنتصار الاسلام صفحہ ۴۵)

اِن استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہلِ عرب اور دوسرے محقّقین علماء کے نزدیک جب بھی کسی ممدُوح کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المحدّثین یا خاتم المفسّرین کہا جاتا ہے تو اس کے معنی بہترین شاعر، سب سے بڑا فقیہہ اور سب سے بلند مرتبہ محدّث یا مفسّر کے ہوتے ہیں۔

اِن معنوں کے رُو سے خاتم النّبیّین کے یہ معنی ہوں گے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت و رسالت کا ہر کمال ختم ہے۔ آپؐ سے بڑا یا آپؐ کے برابر کوئی نبی نہیں ہؤا اور نہ ہو سکتا ہے۔ گویا آپؐ افضل الانبیاء اور سیّد المرسلین ہیں اور آپؐ سب نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ خاتم النّبیّین کے اِن معنوں پر علمائے اُمّت کا اِتفاق رہا ہے اور جماعتِ احمدیہ خاتم النّبیّین کے یہ معنی بھی ہر پہلو سے تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دِل اور قوّت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سُوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ مَیں نبیوں کی عزّت وحُرمت کرنا اپنے ایمان کا جُزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جُزوِ اعظم اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء)

نبیوں کو ختم کرنے والے:۔ اگر ”نبیوں کو ختم کرنے والا“ کے معنی کئے جائیں تب یہ غور طلب اَمر ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نبیوں کو ختم فرمایا۔ جسمانی اور مادی زندگی کے ختم کرنے کا سوال نہ تھا وہ سب نبی تو پہلے ہی فوت ہو چکے تھے جو ایک نبی حضرت عیسیٰؑ زندہ سمجھے جاتے تھے وہ حضرت خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ باقی رہا معنوی طور پر ختم کرنا تو یہ درست ہے کہ حضرت خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب نبیوں کو بلحاظ کمالات ختم کر دیا ہے یعنی آپ سب نبیوں سے کامل تر، بلند تر، اور اعلیٰ تر ہیں اور آپؐ کی شان یہ ہے کہ آپؐ پر فقط نبوت ہی نہیں جُملہ کمالاتِ رُوحانی بھی ختم ہو گئے ہیں جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ؎

ختم شُد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجَرم شُد ختم ہر پیغمبرے

آپ اپنی کتاب ”توضیح مرام“ میں مزید فرماتے ہیں :۔

”جناب سیّدنا و مولانا سیّد الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النّبیّین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ..... ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصّفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیّت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اَور کو حاصل ہو سکے۔“

نبیوں کی مُہر:۔ عربی میں خاتم مُہر کو کہتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ آنحضرتؐ کو نبیوں کی مُہر بھی یقین کرتی ہے چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :۔

”اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”صاحبِ خاتَم“ بنایا یعنی آپؐ کو اِفاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اَور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اِسی وجہ سے آپؐ کا نام ”خاتَم النّبیّن“ ٹھہرا یعنی آپؐ کی پَیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے اور یہ قوّتِ قدسیہ کسی اَور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اِس حدیث کے ہیں عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰؑ کی پَیروی کا

نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ نبوتیں براہِ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرّہ بھی کچھ دخل نہ تھا۔"

اِس کے ساتھ ہی حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے نہایت پُر زور رنگ میں یہ اعلان بھی فرمایا ہے کہ مُہرِ محمدی کے یہ اثرات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :۔

"پس مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمّد ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا اِنتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیرِ قُدسی کا اندازہ کرنا اِنسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گُم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے اِنتہائی درجہ پر محبّت کی اور اِنتہائی درجہ پر بنی نوعِ انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گُداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مُرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کے کسی فضیلت کا دعوٰی کرتا ہے وہ اِنسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اس کو دی گئی ہے۔" (صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے اِس پہلو پر جو کچھ لکھا ہے اسکی تائید و تصدیق عہدِ حاضر کے علماء بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ دیوبندی مَسلک کے مشہور عالم مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ترجمۂ قرآن میں لکھا ہے :۔

"جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالمِ اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوّت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سِلسلہ بھی رُوحِ محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ

کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ رُتبی اور زمانی ہر حیثیّت سے خاتم النّبیّین ہیں اور جن کو نبوّت ملی ہے آپؐ ہی کی مُہر لگ کر ملی ہے۔"

اِسی طرح مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیّب صاحب فرماتے ہیں :۔

" حضور کی شان محض نبوّت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوّت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوّت کی استعداد پایا ہؤا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہوگیا۔"

(آفتابِ نبوّت کامل صفحہ ۱۰۹ ناشر ادارہ عثمانیہ ۳۲۔ انار کلی لاہور)

خلاصہ :۔ مختصر یہ کہ قرآن و حدیث اور لغتِ عرب غرضیکہ جس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ آج مسلمانانِ عالم میں جماعتِ احمدیہ ہی کو یہ فخر و اعزاز حاصل ہے کہ ہر لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین تسلیم کرتی ہے اور اس مقدّس عقیدہ پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان رکھتی ہے۔ (مزید وضاحت کے لئے پمفلٹ "ہم مسلمان ہیں"۔ "ہمارا موقف"۔ "عظیم رُوحانی تجلّیات" بطور ضمیمہ نمبر ۹۔ ۱۰۔ ۱۱ شامل ہیں)۔

حضرت بانیٔ سِلسلہ فرماتے ہیں ؎

"ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دِیں

دِل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیںؐ

شِرک اور بِدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دِل اس راہ پر قربان ہے

دے چکے دِل اَب تنِ خاکی رہا

ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا" (ازالۂ اَوہام صفحہ ۱۴۴)

تفسیر آیت خَاتَمَ النَّبِیّٖن احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

۱ - آیت "خَاتَمَ النَّبِیّٖن" کے نزول کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معنی کو سمجھنے کیلئے ایک نہایت محکم کلید اُمت کے ہاتھ میں دی ہے۔ واضح رہے کہ ۵ سنہ ہجری میں آیت خَاتَمَ النَّبِیّٖن کا نزول ہوُا اور ۹ سنہ ہجری میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا صاحبزادہ ابراہیم تولّد ہوُا اور فوت ہوگیا اس کی وفات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

لَوْعَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (ابنِ ماجہ کتاب الجنائز)

کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔

حضورؐ کا یہ ارشاد آیت خاتم النّبیّین کے نزول کے بعد ہے اور اس سے خَاتَمَ النَّبِیّٖن کی واضح تفسیر ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خَاتَمَ النَّبِیّٖن کا لفظ صدّیق نبی یا اُمّتی نبی ہونے میں روک نہیں۔ اگر حضورؐ کے نزدیک خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے معنی یہ ہوتے کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا تو حضور اِس موقع پر یُوں فرماتے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا کیونکہ مَیں خاتم النّبیّین ہوں مگر حضورؐ نے یُوں فرمایا کہ اگرچہ مَیں خاتم النّبیّین ہوں لیکن اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو وہ ضرور نبی بن جاتا۔ گویا صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے میں اس کی وفات روک تھی نہ کہ آیت خاتم النّبیّین۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی ہونہار طالبِ علم کے فوت ہو جانے پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور ایم۔ اے کر لیتا۔ یہ فقرہ اسی صُورت میں کہا جائے گا جب لوگوں کے لئے ایم۔ اے پاس کرنا ممکن ہو۔ اگر ایم۔ اے کا درجہ ہی بند ہو چکا ہو اور کسی شخص کا ایم۔ اے بننا ممکن نہ ہو تو ہونہار طالبِ علم کی وفات پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ایم۔ اے بن جاتا۔

حدیثِ نبویؐ لَوْعَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا کی صحت پر ائمہ حدیث کا اِتفاق ہے۔ امام شہاب

لکھتے ہیں :-

" اَمَّا صِحَّۃُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْھَۃَ فِیْھَا لِاَنَّہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَغَیْرُہٗ کَمَا ذَکَرَہٗ ابْنُ حَجْرٍ۔" (الشھاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵)

اہلِ سُنّت والجماعت کے مشہور حنفی امام مُلّا علی القاریؒ اِس حدیث کو تین طریقوں سے مروی اور قوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" لَوْعَاشَ اِبْرَاھِیْمُ وَصَارَ نَبِیًّا وَکَذَا لَوْصَارَ عُمَرُ نَبِیًّا لَکَانَا مِنْ اَتْبَاعِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَعِیْسٰی وَالْخِضْرِ وَاِلْیَاسَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَہٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَأْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَہٗ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ۔"

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متّبع یا اُمّتی ہوتے جیسے عیسٰی خضر اور الیاس علیہم السّلام ہیں۔ یہ صُورت خاتم النّبیّین کے منافی نہیں کیونکہ خاتم النّبیّین کے تو یہ معنے ہیں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسُوخ قرار دے اور آپؐ کا اُمّتی نہ ہو۔

(موضوعاتِ کبیر ملّا علی القاری صفحہ ۶۹)

۲۔ مسلم شریف کی حدیث میں آنے والے مسیح موعود کو چار مرتبہ لفظ نبیّ اللہ کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ باب ذکر الدجّال)

۳۔ حضورؐ کی یہ حدیث ایک مشہور حدیث ہے :-

" اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ۔" (کنوز الحقائق)

کہ حضرت ابوبکرؓ اُمّت میں سب سے افضل ہیں سوائے اِس کے کہ اُمّت میں کوئی نبی پیدا ہو۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ آپؓ نے فرمایا:۔

"قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ" (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۳)

کہ حضور کو خاتم النّبیّین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہو گا۔

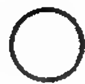
پھر ابنِ ماجہ کی حدیث جس کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے اس میں حضورؐ نے فرمایا اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی بن جاتا۔

اِن احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اُمّت میں ایک قسم کی نبوّت کا دروازہ کُھلا ہے اور وہ فنافی الرّسولؐ کے ذریعہ سے نبوّت کو پانے کا دروازہ ہے۔

بلاشبہ ایسی احادیث کے مقابل دوسری احادیث بھی ہیں جن میں بظاہر بابِ نبوّت کو مسدُود قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک اصولی طور پر جملہ احادیث کا حل یہ ہے کہ جن احادیث میں نبوّت کو بند قرار دیا گیا ہے اس سے مراد نئی شریعت والی یا مُستقل نبوّت ہے۔ اور جن احادیث میں نبوّت کے اِمکان کا ذکر ہے اس جگہ غیر تشریعی اور اُمّتی نبوّت مُراد ہے۔ اِس طرح سے جُملہ احادیث میں پُوری تطبیق ہو جاتی ہے اور اِس لحاظ سے جملہ احادیث قرآنِ مجید کی آیات سے مطابق ہو جاتی ہیں۔

(اِس تفصیلی پہلو پر کتاب "القول المبین فی تفسیر خاتم النّبیّین" ملاحظہ فرمائی جائے جو بطور ضمیمہ نمبر ۶ شامل کی گئی ہے)

پس جملہ احادیثِ نبویہ کو یکجائی طور پر دیکھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والے نبیوں یا مستقل نبیوں کی آمد بند ہے ہاں اُمّتی نبی اور تابعِ شریعتِ محمدیہ نبی کے آنے کا اِمکان موجود ہے۔ اِسی بناء پر جُملہ فرقے آنے والے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع نبی مانتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا اُمّتی نبی یقین کرتے ہیں اور یہی جماعتِ احمدیہ کا عقیدہ ہے۔



بزرگانِ سَلف اور تفسیرِ ختمِ نبوّت

جماعتِ احمدیہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ اصولی اور بُنیادی طور پر ختمِ نبوّت کی ان تمام تفاسیر کو بدل و جان تسلیم کرتی ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَرفع اور مُنفرد شان دوبالا ہوتی ہے اور جو بزرگانِ اُمّت نے گزشتہ تیرہ صدیوں میں وقتاً فوقتاً بیان فرمائیں۔

(اِس حقیقت کے ثبوت میں رسالہ "خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ" بطور ضمیمہ نمبر ۷ پیش ہے)



اِنکارِ جہاد کے اِلزام کی حقیقت

اِنکارِ جہاد کے الزام کی حقیقت

(۱)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر آپ کے مخالفین کی طرف سے یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ، اسلامی فریضہ جہاد کو منسوخ فرما دیا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ جہاد اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس کی فرضیت اور اہمیت قرآن کریم اور احادیثِ نبویؐ سے واضح ہے۔ جہاد ایک جامع لفظ ہے جو وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ علمائے دین اور فقہاء نے جہاد کی بہت سی اقسام کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً جہاد بالنفس، جہاد بالمال، جہاد بالعلم، جہادِ اکبر، جہادِ کبیر اور جہادِ اصغر وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک جہادِ اصغر یعنی جہاد بالسیف کا تعلق ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے پہلے کے علمائے دین اور فقہاء نے جہاد کی اس قسم کو جو قرآنی اصطلاح میں قتال کہلاتی ہے مخصوص حالات اور شرائط کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔ بدقسمتی سے اُمّتِ مسلمہ میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ جہاد کا یہ غلط مفہوم راہ پکڑ گیا کہ اِسلام کو بذریعہ جنگ بزورِ شمشیر پھیلانا جہاد ہے۔

اِسلامی جہاد کی حقیقت سے متعلق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے پُرمعارف ارشادات پیش ہیں:۔

" اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اِسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے؟ سو واضح ہو کہ اِسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور تمام قومیں اس کی دشمن ہوگئی تھیں۔ جیسا کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک نبی یا رسول خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور اس کا فرقہ لوگوں کو ایک گروہ ہونہار اور راستباز اور باہمّت اور ترقّی کرنے والا دکھائی دیتا ہے تو اس کی نسبت موجودہ قوموں اور فرقوں کے دِلوں میں ضرور

ایک قسم کا بُغض پیدا ہو جایا کرتا ہے بالخصوص ہر ایک مذہب کے علماء اور گدی نشین تو بہت ہی بُغض ظاہر کرتے ہیں ..... اور سراسر نفس کے تابع ہو کر ضرر رسانی کے منصوبے سوچتے ہیں بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دِلوں میں محسوس بھی کرتے ہیں۔ وہ خدا کے ایک پاک دِل بندہ کو ناحق ایذا پہنچا کر خدا کے غضب کے نیچے آگئے ہیں اور ان کے اعمال بھی جو مخالف کارستانیوں کے لئے ہر وقت ان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے دِل کی قصور وار حالت کو ان پر ظاہر کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی حسد کی آگ کا تیز انجن عداوت کے گڑھوں کی طرف ان کو کھینچے لئے جاتا ہے۔ یہی اسباب تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مُشرکوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عالموں کو نہ محض حق کے قبول کرنے سے محروم رکھا بلکہ سخت عداوت پر آمادہ کر دیا۔ لہٰذا وہ اِس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح اِسلام کو صفحۂ دُنیا سے مٹا دیں اور چونکہ مسلمان اِسلام کے اِبتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اِس لئے ان کے مخالفوں نے بباعث اس تکبّر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دِل اور دماغ میں جاگزین ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں، مال میں، کثرتِ جماعت میں، عزّت میں، مرتبہ میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو بلکہ وہ ان راستبازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اُٹھا نہیں رکھا تھا اور ان کو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیر جم جائیں اور پھر اس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا مُوجب ہو جائے۔ سو اسی خوف سے جو ان کے دِلوں میں ایک رُعب ناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانۂ دراز تک جو تیرہ برس کی مدّت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے

اور نوعِ انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا ان کے خونوں سے کوچے سُرخ ہو گئے پر انہوں نے دَم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدّس رسولؐ کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں، بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دِلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ رَوِشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدّس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنے پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے مَیں سب کچھ دیکھ رہا ہوں مَیں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور مَیں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔ اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اَب تک موجود ہے یہ ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۝ اِلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ۔" (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱تا۴)

"اِسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اُٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اوّل آپ تلوار اُٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اوّل آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اُٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔ قرآن کے رُو سے یہ بدمعاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن توریت

نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنے جلال اور جمال احکام میں اسی خطِ مُستقیم عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دُنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں۔" (انجامِ آتھم حصّہ دوم ص۳۷)

"اِس زمانہ میں جس میں ہم ہیں ظاہری جنگ کی مطلق ضرورت اور حاجت نہیں بلکہ آخری دنوں میں جنگِ باطنی کے نمونے دکھانے مطلوب تھے اور رُوحانی مقابلہ زیرِ نظر تھا کیونکہ اس وقت باطنی اِرتداد اور اِلحاد کی اشاعت کے لئے بڑے بڑے سامان اور اسلحہ بنائے گئے اِس لئے ان کا مقابلہ بھی اسی قسم کے اسلحہ سے ضروری ہے۔ کیونکہ آج کل امن و امان کا زمانہ ہے اور ہم کو ہر طرح کی آسائش اور امن حاصل ہے۔ آزادی سے ہر آدمی اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ اور احکام کی بجا آوری کر سکتا ہے۔ پھر اسلام جو امن کا سچّا حامی ہے، بلکہ حقیقۃً امن اور سلم اور آشتی کا اشاعت کنندہ ہی اِسلام ہے کیونکر اِس زمانۂ امن و آزادی میں اس پہلے نمونہ کو دکھانا پسند کر سکتا تھا؟ پس آجکل وہی دوسرا نمونہ یعنی رُوحانی مجاہدہ مطلوب ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۵۸)

"اِبتدائے اِسلام میں دفاعی لڑائیوں اور جسمانی جنگوں کی اِس لئے بھی ضرورت پڑتی تھی کہ دعوتِ اِسلام کرنے والے کا جواب دلائل و براہین سے نہیں بلکہ تلوار سے دیا جاتا تھا اِس لئے لاچار جواب الجواب میں تلوار سے کام لینا پڑا لیکن اب تلوار سے جواب نہیں دیا جاتا بلکہ قلم اور دلائل سے اِسلام پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سَیف (تلوار) کا کام قلم سے لیا جائے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے اِس لئے اب کِسی کو شایاں نہیں کہ قلم کا جواب تلوار سے دینے کی کوشش کرے۔ ؏

گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۵۸، ۵۹)

" اِس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سَیف کی نہیں قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اِسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رُو سے اللہ تعالےٰ کے سچّے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجّہ کیا ہے کہ مَیں قلمی اسلحہ پہن کر اِس سائنس اور علمی ترقّی کے میدانِ کارزار میں اُتروں اور اسلام کی رُوحانی شجاعت اور باطنی قوّت کا کرشمہ دکھلاؤں۔ مَیں کب اس میدان کے قابل ہوسکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزّت ظاہر ہو۔ مَیں نے ایک وقت ان اعتراضات اور حملات کو شمار کیا جو اسلام پر ہمارے مخالفین نے کئے ہیں تو ان کی تعداد میرے خیال اور اندازہ میں تین ہزار ہوئی اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اب تو تعداد اَور بڑھ گئی ہوگی۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اسلام کی بناء ایسی کمزور باتوں پر ہے کہ اس پر تین ہزار اعتراض وارد ہوسکتا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے یہ اعتراضات تو کوتاہ اندیشوں اور نادانوں کی نظر میں اعتراض ہیں مگر مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مَیں نے جہاں ان اعتراضات کو شمار کیا وہاں یہ بھی غور کیا ہے کہ ان اعتراضات کی تہ میں دراصل بہت ہی نادر صداقتیں موجود ہیں جو عدمِ بصیرت کی وجہ سے مُعترضین کو دکھائی نہیں دیں اور درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا مُعترض آکر اَٹکا ہے وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۵۹، ۶۰)

" سو جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف یُونہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اِس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں

اور دینِ اسلام کو نابُود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے جو اُن سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں۔" (نور الحق حصّہ دوم صٓ۶۲)

"اِس زمانہ میں جہاد رُوحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اِس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اِسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اِسلام کی خوبیاں دُنیا میں پھیلاویں۔ یہی جہاد ہے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صُورت دُنیا میں ظاہر کر دے۔" (اخبار البدر قادیان ۱۴ اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۳۹ کالم ۳)

"خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ مَیں ان خزائنِ مدفونہ کو دُنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک صاف کروں خدا تعالیٰ کی غیرت اِس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزّت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغِ اعتراض سے منزّہ و مقدّس کرے۔

الغرض ایسی صورت میں کہ مخالفین قلم سے ہم پر وار کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں کس قدر بیوقوفی ہوگی کہ ہم ان سے لٹھم لٹھا ہونے کو تیار ہو جائیں۔ مَیں نہیں کھول کر بتلاتا ہوں کہ ایسی صورت میں اگر کوئی اِسلام کا نام لے کر جنگ وجدال کا طریق جواب میں اختیار کرے تو وہ اِسلام کا بدنام کرنے والا ہوگا اور اِسلام کا کبھی ایسا منشاء نہ تھا کہ بے مطلب اور بلاضرورت تلوار اُٹھائی جائے۔ اب لڑائیوں کی اغراض جیسا کہ مَیں نے کہا ہے فن کی شکل میں آکر دینی نہیں رہیں بلکہ دنیوی اغراض ان کا موضوع ہو گیا ہے۔ پس کس قدر ظلم ہوگا کہ اعتراض کرنے والوں کو جواب دینے کی بجائے تلوار دکھائی جائے۔ اب زمانہ کے ساتھ حرب کا پہلو بدل گیا ہے اِس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اپنے دِل اور دماغ سے کام لیں اور نفوس کا تزکیہ کریں۔ راستبازی اور تقویٰ سے خدا تعالیٰ سے امداد اور فتح

چاہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک اٹل قانون اور مستحکم اصول ہے۔ اور اگر مسلمان صرف قیل و قال اور باتوں سے مقابلہ میں کامیابی اور فتح پانا چاہیں تو یہ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ لاف و گزاف اور لفظوں کو نہیں چاہتا وہ تو حقیقی تقویٰ چاہتا ہے اور سچی طہارت کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ○ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۰-۶۱)

" قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اُٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو اور یہ مت خیال کرو کہ ابتداء میں اسلام میں تلوار کا حکم ہوا کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی مگر دین کے لئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا۔" (ستارۂ قیصریہ صہ ۱۶)

" مَیں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کِس سے سُن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ یعنی دینِ اسلام میں جبر نہیں تو پھر کِس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کونسے سامان تھے۔" (پیغامِ صلح صہ ۵۱)

"مسیح موعود دُنیا میں آیا ہے تاکہ دین کے نام سے تلوار اُٹھانے کے خیال کو دُور کرے اور اپنے حجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اس کی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اس کے حقائق و معارف و حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوئی ہیں۔ اِس لئے وہ تمام لوگ آگاہ رہیں جو اِسلام کے بزورِ شمشیر پھیلائے جانے کا اِعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اِسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کے لئے کِسی جبر کی محتاج نہیں ہیں۔ اگر کِسی کو شک ہے تو وہ میرے پاس رہ کر دیکھ لے کہ اِسلام اپنی زندگی کا ثبوت براہین اور نشانات سے دیتا ہے۔

اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور اس نے ارادہ فرمایا ہے کہ ان تمام اعتراضوں کو اسلام کے پاک وجود سے دُور کر دے جو خبیث آدمیوں نے اس پر کئے ہیں۔ تلوار کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کا اعتراض کرنے والے اب سخت شرمندہ ہوں گے۔" (ملفوظات جلد سوم ص۱۷۶)

"اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں۔

۱۔ دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظتِ خود اختیاری۔

۲۔ بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔

۳۔ بطور آزادی قائم کرنے کے۔ یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبراً اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآنی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دُنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے۔" (مسیح ہندوستان میں ص۱)

"سوچنا چاہیئے کہ اگر مثلاً ایک شخص ایک سچے مذہب کو اس وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ وہ اس کی سچائی اور اس کی پاک تعلیم اور اس کی خوبیوں سے ہنوز ناواقف اور بے خبر ہے تو کیا ایسے شخص کے ساتھ یہ برتاؤ مناسب ہے کہ بلاتوقف اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ ایسا شخص قابلِ رحم ہے اور اِس لائق ہے کہ نرمی اور خُلق سے اس مذہب کی سچائی اور خوبی اور رُوحانی منفعت اس پر ظاہر کی جائے نہ یہ کہ اس کے انکار کا تلوار یا بندوق سے جواب دیا جائے لہٰذا اس زمانہ کے ان اسلامی فرقوں کا مسئلہ جہاد اور پھر اس کے ساتھ یہ تعلیم کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک خُونی مہدی پیدا ہوگا جس کا نام امام محمد ہوگا اور مسیح اس کی مدد کیلئے آسمان سے اُترے گا اور وہ دونوں مل کر دُنیا کی تمام غیر قوموں کو اسلام کے انکار پر قتل کر دیں گے نہایت درجہ اخلاقی مسئلہ کے مخالف ہے۔ کیا یہ وہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو انسانیت کے تمام

پاک قوئ کو معطّل کرتا اور درندوں کی طرح جذبات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں کو ہر ایک قوم سے منافقانہ زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶، ۷)

" ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ معظمہ میں اور پھر بعد اس کے بھی کفّار کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھایا اور بالخصوص مکّہ کے تیرہ برس اس مصیبت اور طرح طرح کے ظلم اُٹھانے میں گزرے کہ جس کے تصوّر سے بھی رونا آتا ہے لیکن آپ نے اس وقت تک دشمنوں کے مقابل پر تلوار نہ اُٹھائی اور نہ ان کے سخت کلمات کا سخت جواب دیا۔ لہٰذا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے صحابہؓ نے کبھی دین پھیلانے کے لئے لڑائی کی تھی یا کسی کو جبرًا اِسلام میں داخل کیا تھا سخت غلطی اور ظلم ہے۔" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۷، ۸)



(۲)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے متعلقہ اقتباسات کے بعد اب ہم آپ کے زمانہ سے پہلے کے بزرگانِ اسلام، آپ کے ہم عصر علمائے کرام اور آپ کے زمانہ کے بعد کے بعض مشہور علماء کے جہاد کے متعلق چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے موقف کی پُر زور تائید ہوتی ہے اور یہ حقیقت خوب کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آج جن فرقوں کے علماء حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر انکارِ جہاد کا اِلزام لگا رہے ہیں خود ان فرقوں کے علماء کی تحریرات کی رُو سے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا فیصلہ عین شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا اور سرِمُو بھی اس سے اِنحراف کا اِلزام نہیں لگایا جاسکتا۔

۱۔ حضرت سیّد احمد صاحب بریلویؒ کا ارشاد

"سرکارِ انگریزی گو مُنکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدّی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرضِ مذہبی اور عبادتِ لازمی سے روکتی ہے۔ہم ان کے مُلک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی۔بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیائے سنن سیّد المرسلین ہے۔سو ہم بلا روک ٹوک اِس مُلک میں کرتے ہیں۔پھر ہم سرکارِ انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلافِ اصولِ مذہب طرفین کا خُون بِلا سبب گرا دیں۔"

("سوانح احمدی" مرتبہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری صفحہ ۷۱)

۲۔ حضرت مولانا شاہ اِسماعیل صاحب شہیدؒ کا فتویٰ

حضرت مولانا اِسماعیل صاحب شہیدؒ کے متعلق لکھا ہے:۔

"مولانا اسماعیل شہید کا سکھوں سے اُن کے مذہبِ اسلام میں دست اندازی کے سبب جہاد رہا۔ اِس جہاد کی ترغیب کے لئے وہ خطبہ انہوں نے بنایا تھا۔ گورنمنٹ انگلشیہ سے نہ ان کا جہاد تھا اور نہ اس گورنمنٹ سے جہاد کا اس خطبہ میں صراحتہً یا کنایۃً ذکر ہے بلکہ اس گورنمنٹ سے وہ جہاد کرنے کو نا جائز سمجھتے تھے۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ا صفحہ ۱۱، ۱۲)

۳۔ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتویٰ

"جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا سببِ ہلاکت اور معصیت ہوگا۔" (فتاوٰی نذیریہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۲)

۴۔ خلیفۃ المسلمین کا فتویٰ

جناب مرتضیٰ احمد خاں میکش "تاریخِ اقوامِ عالَم" میں لکھتے ہیں :۔

"خلیفہ نے اِس مضمون کا فتویٰ لکھ کر انگریزوں کو دے دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہیئے کیونکہ وہ خلافتِ اسلامیہ کے حلیف اور مددگار ثابت ہو چکے ہیں۔" "تاریخِ اقوامِ عالَم" صفحہ ۶۳۹ از مرتضیٰ احمد خان میکش ناشر مجلس ترقی ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور)

۵۔ "فتویٰ علماءِ اسلام" مطبع دخانی لاہور

"سرورق پر آیت" اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" لکھی ہے جس میں انگریزوں کو اولی الامر قرار دے کر ان کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے۔ اِس فتویٰ پر مندرجہ ذیل مشہور علمائے کرام کے دستخط ثبت ہیں :۔

- جناب مفتی مولوی محمد عبداللہ ٹونکی۔ میر مجلس مستشار العلماء۔ لاہور
- جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی۔ امام مسجد شاہی و رکنِ اعظم انجمنِ مستشار العلماء۔ لاہور
- جناب سیّد مولوی نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی
- جناب ابو الصفاء مولوی قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی پشاوری
- جناب مولوی محمد صاحب لدھیانوی
- جناب مولوی ابو محمد عبداللہ الانصاری ناظم محکمہ دینیات مدرسۃ العلوم علی گڑھ
- جناب مولوی عبدالحی صاحب ابن آبادی لکھنوی۔ منتظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- جناب مفتی محمد عبدالرحیم صاحب پشاوری
- جناب مولوی غلام محمد صاحب ہوشیارپوری رکنِ اعظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- جناب مُلّا حافظ عزت اللہ صاحب ساکن زخی ضلع پشاور
- جناب ابو الحامد مولوی عبدالحمید صاحب لکھنوی
- جناب قاضی ظفر الدین صاحب ساکن گوجرانوالہ
- جناب ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی
- جناب مُلّا حافظ حامد شاہ صاحب خطیب جامع مسجد مہابت خاں پشاور
- جناب مولوی ابو محمد غلام رسول صاحب امرتسری
- جناب مولوی عبدالرحمان صاحب ابن مولوی غلام علی صاحب مرحوم قصوری
- جناب مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی
- جناب مولوی غلام احمد صاحب مدرّس اوّل مدرسہ نعمانیہ۔ لاہور
- جناب مولوی محمد حسین صاحب فیضی مدرّس مدرسہ نعمانیہ۔ لاہور
- جناب مولوی سیّد احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی

- جناب قاضی رفیع اللہ صاحب ساکن بڈنی ضلع پشاور
- جناب مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی امرتسری
- جناب سیّد محمد عبدالسلام الدھلوی نبیرہ حضرت جناب مولانا شمس العلماء سیّد محمد نذیر حسین صاحب مدّظلّہ العالی المحدث دہلوی۔
- جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی ابن مولوی محمد حسین صاحب فقیر
- جناب سیّد محمد ابوالحسن الدھلوی نبیرہ خورد جناب مولانا شمس العلماء سیّد محمد نذیر حسین صاحب مدظلّہ العالی المحدّث دہلوی۔
- جناب مولوی مداح بشیر و نذیر ابن مولوی محمد حسین صاحب المتخلص بفقیر
- جناب مولوی خلیل احمد صاحب مدرّس اوّل مدرسہ سہارنپور
- جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
- جناب محمود حسن صاحب مدرّس اوّل مدرسہ دیوبند

اِس فتویٰ میں جو انجمن اِسلامیہ پنجاب کے استفتاء پر مندرجہ بالا علماءِ کرام نے دیا تھا صاف طور پر لکھا ہے کہ :۔

(۱) "مذہبِ اسلام کی رُو سے کسی آدمی کو ناحق مار ڈالنا ناجائز، حرام اور سخت بدترین گناہوں میں سے ہے خواہ وہ آدمی مسلم ہو یا غیر مسلم ہو، عیسائی ہو یا یہودی، ہندو ہو یا پارسی وغیرہ وغیرہ۔

(۲) برٹش گورنمنٹ اور اس کی تمام رعایا میں باہمی حفاظت و سلامت کی بابت حقیقی یا ضمنی طور پر قطعی معاہدہ ہو چکا ہے۔

(۳) یہ یقینی بات ہے کہ جو شخص گورنمنٹ کی قوم یا اس کی رعایا میں سے کسی کو قتل کرے گا وہ بمقتضائے حدیث مذکور "مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" جنّت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔"

۶ ۔ اہلحدیث رہنما مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے فتویٰ کی رُو سے :۔

(ا) "اہلِ اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷)

(ب) "مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکمِ قرآن و حدیث وہ مُفسد، باغی اور بدکردار تھے۔" (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱)

(ج) "اِس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (خواہ اُن کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۸ تا ۴۸)

۷ ۔ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ

"فقیر نے "اِعلَامُ الْاِعلَامِ بِأَنَّ ہِندُوستَان دَارُ السَّلَام" میں بدلائلِ ساطعہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دار السلام ہے اور اسے دار الحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں۔"

(نصرۃ الابرار صفحہ ۲۹ مطبع صحافی لاہور آنچیسن گنج میں چھپا ۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء)

۸ ۔ جناب سر سیّد احمد خان صاحب کا بیان

سر سیّد احمد بانی دار العلوم علی گڑھ اپنی کتاب "اسباب بغاوتِ ہند" میں لکھتے ہیں :۔

"جب کہ مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستأمن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسماعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ

ہندوستان کے رہنے والے جو سرکارِ انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے۔" (اسبابِ بغاوتِ ہند صفحہ ۱۰۴ ناشر اُردو اکیڈمی سندھ مشن روڈ، کراچی)

۹۔ مکّہ معظّمہ کے مُفتیوں کا فتویٰ

(۱) جمال الدین بن عبداللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکّہ مکرّمہ
(۲) حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکّہ معظّمہ
(۳) احمد بن ذھنی شافعی مفتی مکّہ معظّمہ نے ہندوستان کے دارالسّلام ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔"
(کتاب "سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری" صـ۱۳۱ مؤلّفہ شورش کاشمیری)

۱۰۔ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر "زمیندار" لاہور لکھتے ہیں:۔

"مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جُرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں۔"

(اخبار "زمیندار" لاہور۔ ۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء
بحوالہ "ظفر علی خان کی گرفتاری" از خان کابلی)



(۳)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر انکارِ جہاد کا اِلزام واضح طور پر آپ کی تعلیم، مجاہدانہ زندگی اور فرمُودات کے منافی ہے۔ آپ کی ساری زندگی اسلام کی مدافعت، تبلیغ اور جہادِ کبیر یعنی جہاد بالقرآن میں صَرف ہوئی۔ آپ نے اپنے وقت میں اِسلام کی تائید میں ہندو مذہب اور عیسائیت کی خطرناک یلغار کے خلاف ایک عظیم جہاد کیا۔ کاسرِ صلیب ہونے کی حیثیت سے آپ نے عیسائیوں کے گمراہ کُن پراپیگنڈہ اور تثلیث کی باطل عمارت کو دلائل و براہین کے ساتھ پاش پاش کر دیا۔ اِس ضمن میں آپ کے چند اقتباسات پیش ہیں جن سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ آپ نے اِسلام کی تائید میں عیسائیت کے خلاف جو عظیم الشّان جہاد کیا اس کے پیچھے کتنا قوی اور والہانہ جذبہ کارفرما تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"خدا نے کسرِ صلیب کے لئے میرا نام مسیحِ قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ، کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں رہ سکتے۔ سو سنہ عیسوی کی بیسویں صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴)

"ایک مُتّقی اِس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اس چودھویں صدی کے سر پر جس میں ہزاروں حملے اِسلام پر ہوئے ایک ایسے مجدّد کی ضرورت تھی کہ اسلام کی حقیقت ثابت کرے۔ ہاں اس مجدّد کا نام اِس لئے مسیح ابنِ مریم رکھا گیا کہ وہ کسرِ صلیب کے لئے آیا ہے اور خدا اس وقت چاہتا ہے کہ جیسا کہ مسیح کو پہلے زمانہ میں یہودیوں کی صلیب سے نجات دی تھی اب عیسائیوں کی صلیب سے بھی اس کو نجات دے۔ چونکہ عیسائیوں نے اِنسان کو خدا بنانے کے لئے بہت کچھ افتراء کیا ہے اِس لئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ مسیح کے نام پر ہی ایک شخص کو مامور کر کے اس افتراء کو

نیست و نابُود کرے۔ یہ خدا کا کام ہے اور ان لوگوں کی نظر میں عجیب" (انجامِ آتھم صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱)

" اس زمانہ میں پادریوں کا متعصّب فرقہ جو سراسر حق پوشی کی راہ سے کہا کرتا تھا کہ گویا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ان کو خدا تعالیٰ نے سخت شرمندہ کرنے والا جواب دیا اور کُھلے کُھلے نشان اس اپنے بندہ کی تائید میں ظاہر فرمائے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہانی سے اور سراسر افتراء سے ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سیّد المعصُومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابلِ شرم جُھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجناب سے کوئی پیشگوئی یا مُعجزہ ظہور میں نہیں آیا اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ ان ہزارہا مُعجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اِس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے کہ کسی مخالف و مُنکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے مخالفوں کو کہتے رہے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچّائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ اس میں ایسے اِنسان پَیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی رُوحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہؤا کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پَیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے رُوحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو اور عزّت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی طور پر مقیم ہو اور خدائے ازلی، ابدی، حیّ و قیّوم، ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اس کا ایسے پُرزور الٰہی نُوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبّت رکھنا

اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنیوالا رُوح القدس اور آسمانی برکات کا اِنعام پائے اور اپنے پیارے نبی کے نُوروں سے نُور حاصل کرکے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دُور کرے اور مُستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پُختہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشے جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں یہی ثبوت اِس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شُکر کریں کہ اسی نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اسی محبّت اور پیروی کے رُوحانی فیضوں سے جو سچّے تقویٰ اور سچّے آسمانی نشان ہیں کامل حصّہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہؤا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیکِ مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔" (تریاق القلوب ص۱۰)

"مسیح موعود کے وجود کی علّتِ غائی احادیثِ نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کرکے دکھلا دے گا چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ مَیں نے خدا تعالیٰ سے بصیرتِ کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آ سکتا۔ چنانچہ فرقۂ پادریاں اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہؤا ہے کہ

وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بُنیاد گرے گی اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔"

(کتاب البریّہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲)

"مَیں ہر دَم اِس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دِل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے۔ اِس سے بڑھ کر اَور کون سا دِلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مُشتِ خاک کو ربّ العالمین سمجھا گیا ہے۔ مَیں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جُھوٹے خدا اپنے خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسٰی اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سو اَب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جُھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھا دے۔ سو اَب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب اِستعدادیں بھی مریں گی جو جُھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اَب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچّائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورَپ کو سچّے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اسکے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دِل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نُور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبّت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اِسلام اور سب حَربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حَربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجّالیّت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور

تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں مُلکوں میں پھیلے گی..... اس دِن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا ..... اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کُفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کِسی تلوار سے اور نہ کِسی بندوق سے بلکہ مُستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دِلوں پر ایک نُور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔" (تبلیغِ رسالت جلد ششم صث)

" اے مسلمانو! سُنو! اور غور سے سُنو! کہ اِسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جسقدر پیچیدہ اِفتراء اس عیسائی قوم میں اِستعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اِس مضمون کو منزّہ رکھنا بہتر ہے اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک اُن کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو مُعجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس مُعجزہ سے اس طلسم کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادُوئے فرنگ سے سادہ لوح دِلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے سو خدا تعالیٰ نے اس جادُو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچّے مسلمانوں کو یہ مُعجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرّف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات، رُوحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو! اِس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مُعجزہ ہے۔ کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر

مُعجزہ بھی دُنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور اَنہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو مُعجزہ کا اثر رکھتی ہو۔" (فتح اسلام صفحہ ۶،۵)

" چونکہ مَیں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اِس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دُنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ میرے دِل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ مَیں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گذرا ہو۔ بلکہ اگر ہمّ وغم سے مَرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچّی ہدایت اور راہِ راست لے کر دُنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں ..... اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ مَیں اپنی زندگی میں اس شرک سے اِنسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لُوں اور میری رُوح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اے خدا! اگر مَیں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دِن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کے سر سے یہ تہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دُعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اسکے رسولؐ کو شناخت کر لیں اور تثلیث کے اِعتقاد سے توبہ کریں۔"

(تبلیغِ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۱، ۷۲)

"اُنْظُرْ اِلَی الْمُتَنَصِّرِیْنَ وَذَاْنِهِمْ — وَانْظُرْ اِلٰی مَابَدَءَ مِنْ اَدْرَانِهِمْ

عیسائیوں کو دیکھو اور ان کے عیبوں کو — اور ان کے مَیلوں کو دیکھ جو اُن سے ظاہر ہوئیں

مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ تَشَذُّرًا — وَیُنَجِّسُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ اَوْثَانِهِمْ

وہ اپنی زیادتیوں اور تعدّیوں کی وجہ سے ہر ایک بلندی سے دوڑتے ہیں — اور اپنے بُتوں سے زمین کو ناپاک کر رہے ہیں

نَشْکُوْ اِلَی الرَّحْمٰنِ شَرَّ زَمَانِهِمْ — وَنَعُوْذُ بِالْقُدُّوْسِ مِنْ شَیْطَانِهِمْ

ہم اُن کے زمانہ کے شر سے خدا تعالیٰ کی طرف شکایت لے جاتے ہیں — اور اُن کے شیطان سے پاک پروردگار کی پناہ میں آتے ہیں

یَارَبِّ خُذْهُمْ مِثْلَ اَخْذِكَ مُفْسِدًا — قَدْ اَفْسَدَ الْاٰفَاقَ طُوْلُ زَمَانِهِمْ

اے خدا تُو ان کو پکڑ جیسا کہ تُو ایک مُفسد کو پکڑتا ہے — اُن کے طُولِ زمانہ نے دُنیا کو بگاڑ دیا

یَارَبَّ اَحْمَدَ یَا اِلٰـهَ مُحَمَّدٍ — اِعْصِمْ عِبَادَكَ مِنْ سُمُوْمِ دُخَانِهِمْ

اے احمدؐ کے ربّ! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اِلٰہ! — اپنے بندوں کو اُن کے دھوئیں کی زہروں سے بچا لے

سَبُّوْا نَبِیَّكَ بِالْعِنَادِ وَكَذَّبُوْا — خَیْرَ الْوَرٰی فَانْظُرْ اِلٰی عُدْوَانِهِمْ

تیرے نبیؐ کو انہوں نے عناد سے گالیاں دیں اور جھٹلایا — وہ نبی جو افضل المخلوقات ہے سو تُو اُن کے ظلم کو دیکھ

یَارَبِّ سَحِّقْهُمْ کَسَحْقِكَ طَاغِیًا — وَاَنْزِلْ بِسَاحَتِهِمْ لِهَدْمِ مَکَانِهِمْ

اے میرے ربّ اُن کو ایسا پیس ڈال جیسا کہ تُو ایک طاغی کو پیستا ہے — اور ان کی عمارتوں کو مسمار کرنے کیلئے ان کے صحنِ خانہ میں اُتر آ

یَارَبِّ مَزِّقْهُمْ وَفَرِّقْ شَمْلَهُمْ

اے میرے ربّ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور انکی جمعیت کو پاش پاش کر دے

یَارَبِّ قَوِّدْهُمْ اِلٰی ذَوْبَانِهِمْ"

اے میرے ربّ ان کو ان کے گداز ہونے کی طرف کھینچ

(نُورالحق حصہ اوّل)

(۴)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ حق کی حمایت میں عیسائی مذہب کے خلاف جو عظیم الشّان قلمی جہاد کیا اس کی مثال کہیں اَور نظر نہیں آتی۔

آپ ایک ایسے فتح نصیب جرنیل تھے جس کے مقدّر میں ہر محاذ پر غلبہ لکھا گیا اور کیا دوست اور کیا دشمن بے اختیار آفرین صد آفرین پکار اُٹھے۔

آپ کے اِس عظیم الشّان جہاد سے متعلق بعض اعترافات پیشِ خدمت ہیں:۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجّادہ نشین چاچڑاں شریف

فرماتے ہیں:۔

حضرت مرزا صاحب تمام اَوقات خدائے عزّ وجلّ کی عبادت میں گذارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دینِ اِسلام کی حمایت پر اِس طرح کمرِ ہمّت باندھی ہے کہ ملکۂ زمان لنڈن کو بھی دینِ محمدی (اِسلام) قبول کرنے کی دعوت دی ہے اور رُوس اور فرانس اور دیگر ملکوں کے بادشاہوں کو بھی اِسلام کا پیغام بھیجا ہے اور ان کی تمام ترسعی و کوشش اِس بات میں ہے کہ وہ لوگ عقیدۂ تثلیث و صلیب کو جو کہ سراسر کُفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کریں اور اس وقت کے علماء کا حال دیکھو کہ دوسرے تمام جُھوٹے مذاہب کو چھوڑ کر ایسے نیک مَرد کے درپَے ہوگئے ہیں جو کہ اہلِ سُنّت والجماعت میں سے ہے اور صراطِ مُستقیم پر قائم ہے اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور یہ اس پر کُفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ان کا عربی کلام دیکھو جو انسانی طاقتوں سے بالا ہے اور ان کا تمام کلام معارف و حقائق اور ہدایت سے بھرا ہوا ہے وہ اہلسُنّت والجماعت اور

دین کی ضروریات سے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ (ترجمہ از فارسی اشاراتِ فریدی جلد ۳ صفحہ ۶۹، ۷۰)

اخبار "وکیل" امرتسر

مسلمان اخبارات میں سب سے زوردار، مؤثر اور حقیقت افروز ریویو اخبار "وکیل" امرتسر کا تھا جو مولانا ابو الکلام آزاد کے قلم سے نکلا۔ انہوں نے لکھا:۔

" وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادُو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسّمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے اِنقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا..... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اِس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اُسے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں اِنقلاب پَیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالَم پر آتے ہیں اور جب جاتے ہیں دُنیا میں اِنقلاب پَیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

ان کی یہ خصوصیّت کہ وہ اِسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پُورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کُھلّم کُھلّا اِعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مُہتم بالشّان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پَست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سَند حاصل کر چکا ہے اور اِس خصوصیّت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اِس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پُورا کر چکا ہے ہمیں دِل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے

اِس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نَسْیًا مَنْسِیًّا نہیں ہوسکتا جبکہ اِسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے اِمتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دُنیا اِسلام کی شمعِ عرفانِ حقیقی کو سرِراہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دَولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پُشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالَم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا ..... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حِصّہ مرزا صاحب کو حاصل ہُوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیّت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زَد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیّت کا طلسم دُھوآں ہو کر اُڑنے لگا ..... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اِسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اُس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خُون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

{بحوالہ بدر ۱۸ رجون ۱۹۰۸ء صفحہ ۲،۳ ایضاً اخبار "ملت" لاہور ۷ رجنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۳ تا ۱۵ بحوالہ اخبار الحکم جلد ۱۵ صفحہ ۱}

"صادق الاخبار" ریواڑی

"صادق الاخبار" ریواڑی نے لکھا کہ :-

" مرزا صاحب نے اپنی پُر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفینِ اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایتِ اسلام کا کماحقہٗ ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اِنصاف متقاضی ہے کہ ایسے اُولوالعزم حامئِ اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالمِ بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت مَوت پر افسوس کیا جائے۔"

(بحوالہ بدر ۲۰ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم ۱،۲)

"کرزن گزٹ" دہلی

"کرزن گزٹ" دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ :-

" مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اِسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بُنیاد ہندوستان میں قائم کر دی بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اِس بات کا اِعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ..... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اِس قدر قوّت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندئ ہند میں بھی اس قوّت کا کوئی لکھنے والا نہیں ..... اس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے ....." (بحوالہ "سلسلہ احمدیہ" صفحہ ۱۸۹)

چوہدری افضل حق صاحب مُفکرِ احرار

" آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے بیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا جس میں تبلیغی حِس

مفقود ہو چکی تھی..... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دِل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کرکے اِسلام کی نشرو اشاعت کے لئے بڑھا..... اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دُنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"

("فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں" طبع دوم صفحہ ۲۴)

مولانا سیّد حبیب صاحب مدیرِ "سیاست" فرماتے ہیں:۔

"اس وقت کہ آریہ اور مسیحی مبلّغ اِسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے اِکّے دُکّے جو عالِم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموسِ شریعتِ حقّہ کے تحفّظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوُا اُس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اُپدیشکوں کے مقابلہ میں اِسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیّہ کر لیا۔ میں مرزا صاحب کے ادّعائے نبوّت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقولیکہ

عیب ہائے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اِس فرض کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفینِ اِسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اِسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں۔"

(تحریکِ قادیان صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹)

اِس حصّۂ مضمون کے آخر پر ہم یہ گزارش کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اِسلام کے اِس عظیم بطلِ جلیل کے متعلق جس کی زندگی سر تا پا دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جہاد میں وقف تھی اور عیسائیت کے خلاف جس کی شہرۂ آفاق مذہبی جنگوں نے عالَمِ عیسائیّت میں تہلکہ مچا رکھا تھا، ہاں وہی فتح نصیب جرنیل جس کے متّبعین

آج تک اس عظیم جہاد میں مصروف ہیں اور آئے دن نئے محاذوں پر عیسائیت کو شکستِ فاش دے رہے ہیں۔ اِسلام کے یہ دیوانے دُنیا کے کونے کونے میں عیسائیّت سے برسرِ پیکار ہیں اور کیا یورپ اور کیا امریکہ اور کیا افریقہ کا تاریک برِّ اعظم، ہر میدانِ کارزار میں کلیسیا جن کے حملوں سے لرزاں ہے اور عیسائی دُنیا رعشہ بر اندام نظر آتی ہے جن کے لبوں کی جُنبش سے صلیب ٹوٹتی ہے اور جن کے قدموں کی چاپ عیسائیّت کے لئے پسپائی کا پیغام ہے۔ افسوس! صَد افسوس!! کہ اسلام کے اِس بطلِ جلیل اور اس فتح نصیب جرنیل پر بھی بعض ظالم زبانیں طعن و تشنیع کے یہ چرکے لگاتی ہیں کہ وہ نعوذ باللہ عیسائی حکومتوں کا آلۂ کار تھا۔

ہم اِس بارہ میں صرف اِتنا کہہ کر یہ معاملہ اپنے علیم و خبیر اور غیّور خدا پر چھوڑتے ہیں کہ

اے مظفّر! تجھ پر سلام۔ تیرا مقام حاسدوں کی طعن و تشنیع سے بہت بلند ہے۔ اَے محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور سے منوّر چودھویں صدی کے چاند! حاسدوں کے تھوک تیری رفیع الشّان کائنات کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔



بعض دیگر الزامات کا جائزہ

بعض دیگر اِلزامات

احمدیوں کو غیر مُسلم اقلیّت قرار دینے کے مطالبہ کو معقول اور صحیح ثابت کرنے کے لئے بعض دیگر الزامات بھی عائد کئے گئے ہیں جن میں سے دو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

اوّل :- احمدی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتے ہیں نہ ان کا جنازہ ادا کرتے ہیں نہ ان سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کرتے ہیں ۔

دوم :- احمدی قرآن مجید میں لفظی اور معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں ۔

امرِ اوّل کے متعلق نہایت ادب سے عرض ہے کہ جماعتِ احمدیہ اِس معاملہ میں ایک مظلوم جماعت ہے جس پر شروع ہی سے علماء حضرات نے فتاوی لگا رکھے ہیں ۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق فتویٰ دیا کہ

" نہ اس کو ابتداءً سلام کریں ...... اور نہ اس کے پیچھے اِقتداء کریں "

(اشاعت السنّہ جلد ۱۳ نمبر ۶ صفحہ ۸۵)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے فتویٰ دیا کہ

" قادیانی کے مرید رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا دونوں باہم ضدّین ہیں یہ جمع نہیں ہوسکتیں "

(شرعی فیصلہ صفحہ ۳۱)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ

" اس کو اور اس کے اتباع کو امام بنانا حرام ہے " (شرعی فیصلہ صفحہ ۳۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے فتویٰ دیا کہ

" اس کے خلف نماز جائز نہیں " (فتویٰ شریعت غراء صفحہ ۹)

مولوی عبدالسمیع صاحب بدایونی نے فتویٰ دیا کہ

"کسی مرزائی کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسا ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے پیچھے۔ مرزائیوں کو نماز پڑھنے یا دیگر مذہبی احکام ادا کرنے کیلئے اہلسنّت والجماعت اور اہلِ اسلام اپنی مسجدوں میں ہرگز نہ آنے دیں۔"

(صاعقہ ربّانی بر فتنہ قادیانی مطبوعہ ۱۸۹۲ء صہ ۹)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب بہاری نے فتویٰ دیا کہ

"اس کے اور اس کے متّبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردُود ہے ...... ان کی امامت ایسی ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔" (فتویٰ شریعت غراء صہ ۴)

مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی لاہور نے فتویٰ دیا کہ

"اس کے اور اس کے مریدوں کے پیچھے اِقتداء ہرگز درست نہیں۔" (شرعی فیصلہ صہ ۲۵)

مولوی عبدالجبار صاحب عمرپوری نے فتویٰ دیا کہ

"مرزا قادیانی اِسلام سے خارج ہے ..... ہرگز امامت کے لائق نہیں۔" (شرعی فیصلہ صہ ۲)

مولوی عزیزالرحمٰن صاحب مفتی دیوبند نے فتویٰ دیا کہ

"جس شخص کا عقیدہ قادیانی ہے اس کو امام الصّلوٰۃ بنانا حرام ہے۔" (شرعی فیصلہ صہ ۳۱)

مشتاق احمد صاحب دہلوی نے فتویٰ دیا کہ

"مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعتِ اِسلام سے جُدا ہے اور اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔" (شرعی فیصلہ صہ ۲۴)

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے فتویٰ دیا کہ

اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مرتدوں کا حکم ہے۔"

(حسام الحرمین صہ ۹۵)

مولوی محمد کفایت اللہ صاحب شاہجہان پوری نے فتویٰ دیا کہ

" ان کے کافر ہونے میں شک و شبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں۔" (فتویٰ شریعت غرّاء ص۶)

جنازے کے متعلق اِن حضرات کے فتوے یہ ہیں

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے فتویٰ دیا کہ

" ایسے دجّال کذّاب سے اِحتراز اختیار کریں ..... نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔"

(اشاعت السنّۃ جلد ۱۳ نمبر ۶)

مولوی عبد الصمد صاحب غزنوی نے فتویٰ دیا کہ

" اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔" (اشاعت السنّۃ جلد ۱۳ نمبر ۶ ص۱۰۱)

قاضی عبید اللہ بن صبغۃ اللہ صاحب مدراسی نے فتویٰ دیا کہ

" جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر مرتد ہے ..... اور مرتد بغیر توبہ کے مر گیا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا۔" (فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام)

مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی لاہور نے فتویٰ دیا کہ

" جس نے دیدہ دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس کو اعلانیہ توبہ کرنی چاہیئے اور مناسب ہے کہ وہ اپنا تجدیدِ نکاح کرے۔" (فتویٰ شریعت غرّاء ص۱۲)

پھر اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں بھی دفن نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ مولوی عبد الصمد صاحب غزنوی نے فتویٰ دیا کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کیا جائے تاکہ :۔

" اہلِ قبور اس سے ایذاء نہ پائیں۔" (اشاعت السنّۃ جلد ۱۳ نمبر ۶ ص۱۰۱)

قاضی عبید اللہ صاحب مدراسی نے فتویٰ دیا کہ ان کو

"مقابر اہلِ اسلام میں دفن نہیں کرنا بلکہ بغیر غسل وکفن کے کُتّے کی مانند گڑھے میں ڈال دینا۔"

(فتویٰ ۱۸۹۳ء منقول از فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی ونزول عیسیٰ علیہ السلام)

اِسی طرح انہوں نے یہ بھی فتوے دیئے کہ کسی مسلمان کے لئے احمدیوں کو لڑکیاں دینا جائز نہیں چنانچہ شرعی فیصلہ میں لکھا گیا کہ

"جو شخص ثابت ہو کہ واقع ہی وہ قادیانی کا مرید ہے اس سے رشتہ مناکحت کا رکھنا ناجائز ہے۔" (شرعی فیصلہ ص۳۱)

بلکہ اِس سے بڑھ کر یہ فتویٰ دیا گیا کہ

"جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہوں وہ بھی کافر ہیں اور اُن کے نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔"

(فتویٰ مولوی عبداللہ ومولوی عبدالعزیز صاحبان لدھیانہ از اشاعت السنّہ جلد نمبر ۱۳ ص۵)

گویا احمدیوں کی عورتوں سے جبراً نکاح کر لینا بھی علماء کے نزدیک عین اسلام تھا۔ اِسی طرح یہ فتویٰ دیا کہ

"جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر مرتد ہے اور شرعاً مُرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اس کی عورت حرام ہوتی ہے اور اپنی عورت کے ساتھ جو وطی کرے گا سو وہ زنا ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ان کے پَیدا ہوتے ہیں وہ ولدِ زنا ہوں گے۔"

(فتویٰ در تکفیر منکرِ عروج جسمی ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

تحریکِ احمدیت کے مخالف علماء نے صرف فتاویٰ ہی نہیں دیئے بلکہ ان پر سختی سے عمل کرانے کی ہمیشہ کوشش کی جیساکہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے مرید مولوی عبدالاحد صاحب خانپوری کی کتاب "مخادعت مسیلمہ قادیانی" (مطبوعہ ۱۹۰۱ء) کی مندرجہ ذیل اشتعال انگیز تحریر سے ظاہر ہے کہ

"طائفہ مرزائیہ بہت ذلیل وخوار ہوئے جمعہ اور جماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر

نمازیں پڑھتے تھے اُس میں بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے اور جہاں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے دھکّا رو کے گئے ..... نیز بہت قسم کی ذلّتیں اُٹھائیں معاملہ اور برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ اور مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مُردے اُن کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔" (صہ ۲)

اَب معزز ارکانِ اسمبلی غور فرما سکتے ہیں کہ اگر سالہا سال تک تکالیف و مصائب کا نشانہ بننے کے بعد جماعتِ احمدیہ کے افراد کو ابتلاء اور فتنہ کے اِحتمال سے کوئی قدم اُٹھانا پڑا تو یہ اُن کی قابلِ رحم اور دردناک حالت پر تو دلالت کرتا ہے ان کے "غیر مسلم" ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

اِس مسئلہ کے دوسرے پہلو بھی ہیں جن کی تفصیل مطبوعہ رسالہ میں درج ہے جو ذیل میں بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے :۔

احمدی مسلمان غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے

پاکستان میں آجکل اکثر علماء کا دلچسپ ترین مشغلہ یہ ہے کہ جیسے تیسے جماعتِ احمدیہ کو غیر مسلم اقلیّت قرار دلوایا جائے۔ اِس ضمن میں بکثرت ایسا لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے جو دلائل سے کہیں زیادہ اشتعال انگیز، بے بُنیاد اِلزامات اور دُشنام طرازی پر مشتمل ہے اور تمام تر اُنہیں باتوں کا اِعادہ ہے جو ۱۹۵۲-۵۳ء میں سادہ لوح عوام میں شدید اشتعال انگیزی کی خاطر نشر کی گئیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ اِس نوع کے لٹریچر کا ذکر اپنی کتاب "حرفِ محرمانہ" میں حسبِ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں :۔

"آج تک احمدیت پر جس قدر لٹریچر علمائے اِسلام نے پیش کیا ہے اس میں دلائل کم تھے اور گالیاں زیادہ۔ ایسے دُشنام آلود لٹریچر کو کون پڑھے اور مغلّظات کون سُنے۔"

(حرفِ محرمانہ صہ ۱۲)

۱۹۵۳ء میں جب اِن مغلّظات اور گالیوں نے عوام النّاس کے مزاج کو بھڑک اُٹھنے پر تیار کر دیا تو

اچانک جناب مودودی صاحب نے اِس صورتِ حال سے استفادہ کرنے اور اس آتش گیر مادّہ کو اپنے مقصد کی خاطر استعمال کرنے کے لئے وہ تیلی دکھائی جسے "قادیانی مسئلہ" کا نام دیا گیا۔ اِس رسالہ کی اشاعت کا مقصد بھی بعینہٖ وہی تھا جو قبل ازیں شائع ہونے والے لٹریچر کا تھا لیکن ظاہر یہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس میں "دشنام طرازی" اور "مغلّظات" کم اور دلائل زیادہ ہیں۔ سادہ لوح اور کم علم عوام کے نقطۂ نگاہ سے تو یہ بات شاید درست ہو جو دلائل کو جانچنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور جس طرح مجمع باز عطائی حکیموں کے ہاتھوں وہ رنگ ملا پانی اکسیر سمجھ کر خرید لیا کرتے ہیں اسی طرح "قادیانی مسئلہ" کو مدلّل رسالہ کے طور پر قبول کر لیا ہو تو ہم کہہ نہیں سکتے البتہ بعض مشہور غیر احمدی علماء کے نزدیک ان دلائل کی جو حیثیت تھی وہ جناب غلام احمد صاحب پرویز مدیر "طلوعِ اسلام" کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"سب سے زیادہ اہمیت مودودی صاحب کے رسالہ "قادیانی مسئلہ" کو دی جاتی ہے۔
ہمارے نزدیک اِس رسالہ کے دلائل اِس قدر پوچ ہیں کہ ان کا تجزیہ کیا جائے تو وہ خود احمدیوں کے حق میں چلے جاتے ہیں۔" (مزاج شناس رسول صفحہ ۴۴۲)

آج ہم ان اعتراضات میں سے جو اس رسالہ میں اُٹھائے گئے ہیں اور آجکل پھر بکثرت ان کا اعادہ کیا جا رہا ہے ایک اہم مرکزی اعتراض کو لیتے ہیں کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اور چونکہ وہ ایسا نہیں کرتے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ الگ اُمّت ہیں اور اِس لائق ہیں کہ غیر مُسلم اقلیت قرار دے دیئے جائیں۔

اِس اعتراض کا ایک جواب تو ہم نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں اسی جواب میں دراصل "قادیانی مسئلہ" کے اکثر و بیشتر اعتراضات کا جواب آجاتا ہے بلکہ اگر کوئی منصف مزاج قاری اِسلامی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اگر "قادیانی مسئلہ" اور اِس قماش کے دوسرے لٹریچر کے دلائل کو تسلیم کر لیا جائے تو قادیانی تو الگ رہے ہر دوسرے فرقہ کو از رُوئے انصاف غیر مُسلم اقلیت قرار دینا بدرجۂ اَولیٰ فرض ہو جائے گا لیکن یہ محض ایک ضمنی سوال تھا اصل سوال جو اِس وقت ہمارے

پیشِ نظر ہے وہ یہی ہے کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟

توسُنیئے! کہ غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی بیسیوں اہم وجوہات میں سے ایک وجہ مُقتدر اور مشاہیر، چوٹی کے مانے ہوئے غیر احمدی علماء کے وہ فتاوٰی ہیں جن میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے بڑی شدّت کے ساتھ روکا گیا ہے۔

(۱) آپ ہی انصاف کیجئے کہ کیا ہم اُن دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق احمدیوں کا نہیں بلکہ غیر احمدی اکابر علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ :۔

" وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اَولیاء انبیاء حتّٰی کہ حضرت سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور خاص ذاتِ باری تعالیٰ شانہٗ کی اہانت وہتک کرنے کی وجہ سے قطعًا مُرتد و کافر ہیں اور ان کا اِرتداد کُفر میں سخت سخت اشدّ درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مُرتدوں اور کافروں کے اِرتداد وکُفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مُرتد اور کافر ہے ۔ اور جو اس شک کرنے والے کے کُفر میں شک کرے وہ بھی مُرتد و کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی مُحترز، مُجتنب رہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مَریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں.....

پس وہابیہ دیوبندیہ سخت سخت اشدّ مُرتد و کافر ہیں ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہو جائے گا۔ اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہو گی وہ حرامی ہو گی اور ازرُوئے شریعت ترکہ نہ پائے گی ۔" (اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون ۔ ناقل)

اِس اشتہار میں بہت سے علماء کے نام لکھے ہیں مثلاً سیّد جماعت علی شاہ، حامد رضا خاں قادری نُوری رضوی

بریلوی، محمد کرم دین بھیں، محمد جمیل احمد بدایونی، عمر النعیمی مفتی شرع اور ابو محمد دیدار علی مفتی اکبر آباد وغیرہ......

"یہ فتوے دینے والے صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں ہیں بلکہ جب وہابیہ دیوبندیہ کی عبارتیں ترجمہ کر کے بھیجی گئیں تو افغانستان وخیوا وبخارا وایران ومصر وروم وشام اور مکّہ معظّمہ ومدینہ منورہ وغیرہ تمام دیارِ عرب وکوفہ وبغداد شریف غرض تمام جہاں کے علماء اہلِ سُنّت نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا ہے۔"

(خاکسار محمد ابراہیم بھاگلپوری باہتمام شیخ شوکت حسین مینیجر کے حسن برقی پریس اشتیاق منزل ۶۳ ہیوٹ روڈ لکھنؤ میں چھپا۔ سنِ اشاعت درج نہیں قیامِ پاکستان سے قبل کا فتویٰ ہے)

فتویٰ مولوی عبدالکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکّہ:۔

"هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ قَتْلُهُمْ وَاجِبٌ عَلٰى مَنْ لَهٗ حَدٌّ وَنَصْلٌ وَافِرٌ۔ بَلْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ قَتْلِ اَلْفِ كَافِرٍ فَهُمُ الْمَلْعُوْنُوْنَ فِيْ سِلْكِ الْخُبَثَاءِ مُنْخَرِطُوْنَ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَعْوَانِهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلٰى مَنْ خَذَلَهُمْ فِيْ اَطْوَارِهِمْ"

ترجمہ:۔ وہ بدکار کافر ہیں۔ سلطانِ اسلام پر کہ سزا دینے کا اختیار اور سنان وپیکان رکھتا ہے ان کا قتل واجب ہے بلکہ وہ ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ وہی ملعون ہیں اور خبیثوں کی لڑی میں بندھے ہوئے ہیں تو ان پر اور ان کے مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور جو انہیں ان کی بداطواریوں پر مخذول کرے اس پر اللہ کی رحمت اور برکت اسے سمجھ لو۔

(فاضل کامل نیکو خصائل صاحبِ فیض یزدانی مولوی عبدالکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکّہ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین صفحہ ۷۶ تا ۷۹، مصنفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مطبوعہ اہلِ سُنّت والجماعت بریلی $\frac{\text{۲۶-۲-۱۳۲۴ھ}}{\text{۸-۴-۱۹۰۶ء}}$)

(۲) پھر کیا ہم ان اہلِ حدیث کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق بریلوی ائمہ ہمیں غیر مبہم الفاظ

میں خبردار کرتے ہیں کہ :-

" وہابیہ وغیرہ مقلّدینِ زمانہ باتفاق علمائے حرمین شریفین کافر مُرتد ہیں۔ ایسے کہ جو اُن کے اقوالِ ملعونہ پر اطلاع پا کر انہیں کافر نہ جانے یا شک ہی کرے خود کافر ہے ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ اُن کا نکاح کسی مسلمان کافر یا مُرتد سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے ساتھ میل جول، کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، سلام کلام سب حرام۔ ان کے مفصّل احکام کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف میں موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مُہر	مُہر	مُہر
دارالافتاء مدرسہ اہلِ سُنّت و الجماعت	آلِ رسول احمد رضا خاں	شفیع احمد خاں رضوی سُنّی حنفی قادری
بریلی	بریلی	

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صہ ۴۰۹ مرتّبہ الحاج مولانا محمد داؤد راز خطیب جامعہ اہلحدیث شائع کردہ مکتبہ اشاعتِ دینیات موہن پورہ بمبئی)

نیز ملاحظہ فرمائیے :-

" تقلید کو حرام اور مقلّدین کو مُشرک کہنے والا شرعًا کافر بلکہ مُرتد ہوا ...... اور حکامِ اہلِ اسلام کو لازم ہے کہ اس کو قتل کریں اور عُذرداری اس کی بایں وجہ کہ "مجھ کو اس کا علم نہیں تھا" شرعًا قابلِ پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اس کو مارنا لازم ہے۔ یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مسلمان ہو جاتا ہے لیکن ایسے شخص کے واسطے شرعًا یہی سزا ہے کہ اس کو حکّامِ اہلِ اسلام قتل کر ڈالیں یعنی جس طرح حدّ زنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہ حدّ بھی تائب ہونے سے دُور نہیں ہوتی۔ علماء اور مفتیانِ وقت پر لازم ہے کہ بمجرّد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کُفر اور ارتداد کے فتوے دینے میں تردّد نہ کریں ورنہ زمرۂ مرتدّین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔" ("اِنتظام المساجد باخراج

اہل الفتن والمکائد والمفاسد" ص۵ تا ص۶ مطبوعہ جعفری پریس لاہور مصنفہ مولوی محمد ابن مولوی عبدالقادر لودھیانوی)

(۳) پھر کیا ہم ان بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھ کر کافر بن جائیں جن کے متعلق دیوبندی علماء ہمیں یہ شرعی حکم سُناتے ہیں کہ:-

"جو شخص اللہ جلّ شانہٗ کے سوا علمِ غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودّت سب حرام ہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوّب از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ص۶۲۔ ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کتب قرآن محل بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۸۴-۱۸۸۳ء)

یا جن کے بارہ میں مشہور دیوبندی عالم جناب مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند ہمیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ:-

"یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لَوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان و ازالہ تصدیق و ایقان ہوں گی کہ ملائکہ حضور علیہ السّلام سے کہیں گے اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ اور رسولِ مقبول علیہ السّلام دجّال بریلوی اور ان اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر حوض مورود و شفاعتِ محمود سے کتّوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے اور اُمّتِ مرحومہ کے اجر و ثواب و منازل و نعیم سے محروم کئے جائیں گے۔"

(رجوم المذنبین علٰی رؤس الشیاطین المشہور بہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ص۱۱۱ مؤلفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

(۴) پھر کیا ہم ان پرویزیوں اور چکڑالویوں کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق متفقہ طور پر

بریلوی اور دیوبندی اور مودودی علماء یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ :-

" چکڑالویت حضور سرورِ کائنات علیہ التسلیمات کے منصب و مقام اور آپ کی تشریعی حیثیت کی منکر اور آپ کی احادیثِ مُبارکہ کی جانی دشمن ہے ۔ رسول کریم کے ان کھلے ہوئے باغیوں نے رسول کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا ہے ۔ جانتے ہو! باغی کی سزا کیا ہے ؟ صرف گولی ۔"

(ہفتہ وار "رضوان" لاہور (چکڑالویت نمبر) اہل سُنّت والجماعت کا مذہبی ترجمان ۲۱-۲۸ فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۳

پرنٹر سید محمود احمد رضوی کو آپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور)

پھر ولی حسن صاحب ٹونکی اُن پر صادر ہونے والے شرعی احکامات اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

" غلام احمد پرویز شریعتِ محمدیہ کی رُو سے کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ۔ نہ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے ۔ نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا ۔ اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے ۔ اور ہر وہ شخص جو اس کے متّبعین ہیں ان عقائدِ کفریہ کے ہمنوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مُرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اِسلامی تعلّقات رکھنا شرعًا جائز نہیں ہیں ۔"

(ولی حسن ٹونکی غفراللہ مفتی و مدرّس مدرسۂ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی

محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹاؤن کراچی)

پرویزیوں کے متعلق جماعتِ اسلامی کے آرگن "تسنیم" کا فتویٰ یہ ہے کہ :-

" اگر یہ مشورہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کُفر ہے اور بالکل اسی طرح کا کُفر ہے جس طرح کا کُفر قادیانیوں کا ہے بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے ۔"

(مضمون مولانا امین احسن اصلاحی ۔ روزنامہ تسنیم لاہور ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۲)

(۵) پھر کیا ہم ان شیعوں کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق علماء عامۃ المسلمین اِن لرزہ خیز الفاظ میں تنبیہہ کرتے ہیں :۔

" بالجملہ ان رافضیوں تبرّائیوں کے باب میں حکمِ یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفّار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مُردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرِ الٰہی ہے۔ اگر مرد سُنّی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی نکاح ہرگز نہ ہوگا محض زنا ہوگا۔ اولاد ولد الزّنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اَولاد بھی سُنّی ہی ہو کہ شرعًا ولد الزّنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتّٰی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سُنّی تو سُنّی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی۔ یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت، عالم، جاہل، کسی سے میل جول، سلام کلام سخت کبیرہ اشدّ حرام۔ جو اِن کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام اُئمّہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوشِ ہوش سُنیں اور اس پر عمل کرکے سچے پکّے سُنّی بنیں۔"

(فتویٰ مولانا شاہ مصطفٰے رضا خاں بحوالہ رسالہ ردّ الرفضہ صــ۲۳ شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور پاکستان مطبوعہ گلزار عالم پریس بیرون بھاٹی گیٹ لاہور ۱۳۲۰ھ)

" آج کل کے روافض تو عمومًا ضروریاتِ دین کے مُنکر اور قطعًا مُرتد ہیں۔ ان کے مَرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی، جُملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مَرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو یا کافر اصلی یا مُرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزّنا۔" (الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۹۷، ۹۸ مرتبہ مفتیِ اعظم ہند)

(۶) پھر کیا جماعتِ اسلامی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہم اپنا اسلام بچا سکیں گے کہ جن کے متعلق کیا بریلوی اور کیا دیوبندی علماء یہ قطعی فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ :-

"مودودی صاحب کی تصنیفات کے اقتباسات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے خیالاتِ اسلام کے مقتدایان اور انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں کرنے سے مملو ہیں۔ ان کے ضالّ مُضِلّ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ میری جمیع مسلمانان سے اِستدعا ہے کہ ان کے عقائد و خیالات سے مجتنب رہیں اور ان کو اسلام کا خادم نہ سمجھیں اور مغالطے میں نہ رہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصلی دجّال سے پہلے تیس دجّال اَور پیدا ہوں گے جو اس دجّال اصلی کا راستہ صاف کریں گے۔ میری سمجھ میں ان تیسؔ دجّالوں میں ایک مودودی ہیں۔" فقط والسّلام

(محمد صادق عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۲ء
حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب ص۹۵ مرتبہ مولوی احمد علی انجمن خدّام الدین لاہور)

پھر ان کے پیچھے نماز کی حُرمت کا واضح اعلان کرتے ہوئے جمعیت العلماء اسلام کے صدر حضرت مولانا مفتی محمود فرماتے ہیں :-

"مَیں آج یہاں پریس کلب حیدر آباد میں فتویٰ دیتا ہوں کہ مودودی گمراہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس کے اور اس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے اس کی جماعت سے تعلق رکھنا صریح کُفر اور ضلالت ہے۔ وہ امریکہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے۔ اَب وہ مَوت کے آخری کنارے پر پہنچ چکا ہے اور اب اسے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اس کا جنازہ نکل کر رہے گا۔"

(ہفت روزہ زندگی ۱۰ نومبر ۱۹۶۹ء منجانب جمعیۃ گارڈ۔ لائل پور)

(۷) کیا ہم احراری علماء کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق واقفِ اسرار جناب مولوی ظفر علی خاں صاحب

یہ اعلانِ عام فرما رہے ہیں کہ درحقیقت یہ لوگ اِسلام سے بیزار ہی نہیں بلکہ یقیناً اِسلام کے غدّار ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ کے قانون کی پہچان سے بے زار
اِسلام اور ایمان اور احسان سے بے زار
ناموسِ پیمبر کے نگہبان سے بے زار
کافر سے موالات مسلمان سے بے زار

اِس پر ہے یہ دعوٰی کہ ہیں اِسلام کے احرار
احرار کہاں کے یہ ہیں اِسلام کے غدّار
پنجاب کے احرار اِسلام کے غدّار

بیگانہ یہ بدبخت ہیں تہذیبِ عرب سے
ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے
مِل جائے حکومت کی وزارت کسی ڈھب سے
سرکارِ مدینہ سے نہیں ان کو سروکار
پنجاب کے احرار اِسلام کے غدّار

(زمیندار ۲۱ر اکتوبر ۱۹۴۵ء صلا)

پھر مولانا مودودی صاحب مولوی ظفر علی خان صاحب کی ایک گونا تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اِس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہوگئیں ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظِ ختمِ نبوّت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے۔ اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جُوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر سازباز کیا ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں ....."

مَیں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیّت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہوسکتی اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسُول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مُہروں کی طرح اِستعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہوسکتے۔"

(روزنامہ تسنیم لاہور ۲ر جولائی ۱۹۵۵ء صہ۳ کالم ۴،۵)

یہ محض نمونہ کے طور پر بڑے اِختصار کے ساتھ بہت سے طویل فتاوٰی میں سے چند اقتباسات پیش ہیں۔ یہ فتاوٰی آپ نے ملاحظہ فرمالئے۔ اللہ تعالیٰ اُمّتِ مُسلمہ پر رحم فرمائے یقیناً آپ دِل تھام کر اور سَر پکڑ کر بیٹھ گئے ہوں گے لیکن ہمیں اِس وقت صرف اِتنا پُوچھنے کی اجازت دیجئے کہ کیا اِن دِل دہلا دینے والے فتاوٰی کی موجودگی میں احمدیوں پر کوئی دُور کی بھی گنجائش اِس اِعتراض کی باقی رہ جاتی ہے کہ وہ مذکورہ بالا فرقوں کے اَئمہ کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟

لِلّٰہ کچھ اِنصاف سے کام لیجئے۔ کچھ تو خوفِ خدا کریں۔ آقائے دوجہاں عدلِ مجسّم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی کی شرم رکھ لیجئے اور بتائیے کہ مذکورہ بالا اکثر فرقوں کے علماء جماعتِ احمدیہ سے جو یہ سراسر ظلم اور نااِنصافی کی ہولی کھیل رہے ہیں یہ کہاں تک ایک مسلمان کو زیبا ہے، ایک غلامِ رحمتٌ للعالمین کے شایانِ شان ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھو تو کافر نہ پڑھو تو کافر۔ کوئی جائے تو آخر کہاں جائے ؟ مسلمان رہنے کا کیا صرف یہی ایک راستہ باقی رہ گیا ہے کہ اکثریّت کی طرح نماز کو بکلّی ترک ہی کر دیا جائے۔ آج کل کے علماء کا فیصلہ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمانی باقی رکھنی ہے تو نماز چھوڑ دو ورنہ جس کے پیچھے نماز پڑھو گے پکّے کافر اور جہنّمی قرار دیئے جاؤ گے۔ ایک بچنے کی راہ یہ رہ گئی تھی کہ کسی کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھی جائے۔ تو احمدیوں پر یہ راہ بھی بند کر دی گئی اور یہ فتویٰ بھی دے دیا گیا کہ جو کسی دوسرے فرقہ کے پیچھے نماز نہ پڑھے وہ بھی کافر اور غیر مُسلم اقلیت پڑھے تب کافر نہ پڑھے تب کافر۔ آخر کوئی جائے تو کہاں جائے ؟ یا بقول آتش ؎

کوئی مَر نہ جائے تو کیا کرے؟

حکماء نے اس نَوع کے اِنصاف پر طنز کرتے ہوئے ایک قصّہ لکھا ہے کہ ایک بھیڑ کا بچّہ کسی ندی پر پانی

پی رہا تھا کہ ایک بھیڑیا اُوپر کی سمت سے آیا اور ڈپٹ کر پُوچھا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ مَیں بھی پانی پی رہا تھا پھر تم نے اسے گدلا کرنے کی جُرأت کیسے کی ؟ بچّے نے عرض کیا حضور مَیں تو نچلے حصّے سے پانی پی رہا تھا آپ کا پانی کیسے گدلا ہوسکتا ہے جو اُوپر کی طرف سے پی رہے تھے ؟ بھیڑیے نے غضبناک ہو کر کہا اچھا تو آگے سے بکواس کرتے ہو ؟ مجھے جُھوٹا کہتے ہو لعنتی ! بس بس تمہاری سزا یہی ہے کہ تمہیں پھاڑ کھایا جائے۔

کچھ اِن علماء کو خدا کا خوف دلائیے۔ بھیڑیے اور بھیڑ کے بچّے کا یہ قصّہ آپ پڑھتے ہیں تو کبھی اس فرضی بھیڑ کے بچّے پر ترس کھانے لگتے ہیں اور کبھی بھیڑیے پر غصّہ آتا ہے لیکن آج آپ کی آنکھوں کے سامنے بھیڑ کے بچّوں سے نہیں اَبنائے آدم سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ کسی فرضی قِصّہ میں نہیں روزمرّہ کی جیتی جاگتی دُنیا میں ایک دردناک حقیقت کے طور پر یہ ظلم دُہرایا جا رہا ہے اور اِحتجاج کا ایک حرف بھی آپ کی زبان تک نہیں آتا۔

لِللہ اِتنا تو کیجئے کہ اِن علماء سے کہیئے کہ اگر یہی ظلم کی راہ اِختیار کرنی ہے اور اسی جنگل کے قانون کو اپنانا ہے اور ظاہری طاقت کے گھمنڈ نے خدا تعالیٰ کے قانونِ عدل کو ہر قیمت پر کُچلنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو کم از کم اِتنا پاس تو کریں کہ اِسلام کے مقدّس نام کو اس میں ملوّث کرنے سے باز رہیں۔ اِتنا کرم تو فرمائیں کہ ناموسِ رسُولِ عربی صلّی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی واُمّی کو اِس قضیہ میں آلُودہ نہ کریں۔ طاقت اور کثرت کے گھمنڈ کو ان کمزور اور بودے دلائل کے سہاروں کی کیا ضرورت ہے ؟ ؎

جب میکدہ چُھٹا ہے تو پھر کیا جگہ کی قید ؟

جب اِسلامی اَقدار عدل و اِنصاف کا خُون کر کے بھی مقصد اپنے عزائم کو پُورا کرنا ہے تو چھوڑیئے اِن "دلائل" اور اِن تنکوں کے سہاروں کو۔ دندناتے ہوئے مَیدانِ کربلا میں کُود یئے اور کر گزریئے جو کر گزرنا ہے۔ اور پھر اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ لیجئے کہ اِسلام کا خدا اور اِسلام کا رسولؐ کس کے ساتھ ہیں ؟ اور مصائب اور شدائد کا مَیدان کس کو حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سچّا، مخلص اور جان نثار عاشق اور فدائی غلام ثابت کرتا ہے ؟؟

اِنشاءاللہ آپ دیکھ لیں گے اور وقت ثابت کر دے گا کہ ہر احمدی اپنے اِس دعویٰ میں سچّا ہے کہ ؎

در کوئے تو اگر سرِ عشّاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زند منم

ہاں اَے میرے پیارے رسولؐ ! اگر تیرے کوچہ میں عُشّاق کا سَر قلم کرنے کا ہی دستور جاری ہو تو وہ پہلا شخص جو نعرۂ عشق بلند کرے گا وہ مَیں ہوں گا مَیں ہوں گا!!"

(مبارک محمود رام گلی نمبر ۳ برانڈرتھ روڈ لاہور)

---

(۲) ایک اور نہایت ظالمانہ اور مُفتریانہ اِلزام یہ عائد کیا گیا ہے کہ بانیٔ سِلسلہ احمدیہ اور آپ کے ماننے والوں نے (معاذ اللہ) قرآنِ مجید میں لفظی اور معنوی تحریف کی ہے حالانکہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت ہی وہ واحد جماعت ہے جس کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید کی کوئی آیت یا اس کا کوئی لفظ منسوخ نہیں ہوسکتا اور نہ اُسے تبدیل کیا جاسکتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ کے لئے محفوظ کتاب ہے۔

افسوس ہے کہ فی زمانہ بعض علماء نے محض اِشتعال انگیزی کی خاطر جماعتِ احمدیہ پر تحریف کا اِلزام لگایا اور سِلسلہ احمدیہ کی بعض کتب سے سہوِ کتابت کے نتیجہ میں غلط طبع ہونے والی بعض آیات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناپسندیدہ کوشش کی کہ (نعوذ باللہ) جماعتِ احمدیہ قرآن کریم میں تحریف کی مُرتکب ہوئی ہے لیکن وہ یہ بات بھُول گئے کہ جس قِسم کے سہوِ کتابت کو پیش کر کے تحریف کا اِلزام لگایا جاتا ہے وہ قریباً ہر مصنّف کی کتابوں میں موجود ہے۔

سِلسلہ احمدیہ کے آرگن "الفضل" کی مختلف اشاعتوں میں مندرجہ ذیل علماء کی شائع کردہ کتابوں سے ایسے نمونے پیش کئے جاچکے ہیں جن میں قرآن کریم کی آیات سہوِ کتابت سے غلط طور پر شائع ہوگئی ہیں:۔

۱۔ سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ (خطبات امیرِ شریعت مطبوعہ مکتبہ "تبصرہ" لاہور)

۲ ۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی۔ (الملفوظ حصّہ اوّل)

۳ ۔ مفتیٔ اعظم دیوبند مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی۔ (فتاوٰی دار العلوم دیوبند جلد پنجم)

۴ ۔ امام الہند مولانا ابو الکلام صاحب آزاد۔ (مضامین "البلاغ" ناشر آئینہ اَدب چوک مینار انارکلی لاہور)

۵ ۔ علّامہ مولانا سیّد محمد سلیمان صاحب ندوی۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور)

۶ ۔ اخوان تحریک کے قائد حسن البنّاء۔ (ہفت روزہ المنبر لائلپور جنوری ۱۹۵۵ء)

۷ ۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ (بہشتی زیور پہلا حصّہ۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

۸ ۔ صدر المدرّسین محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی سُنّی، برکاتی اجمیر شریف۔ (بہار شریعت جلد ششم)

۹ ۔ اخوان لیڈر حسن الہضیمی۔ (ہفت روزہ المنبر لائل پور۔ جنوری ۱۹۵۵ء)

۱۰ ۔ مولوی عبد الرحیم صاحب اشرف مدیر المنبر (〃 〃 〃 〃 〃)

۱۱ ۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ (اربعین فی اصول الدین کا اُردو ترجمہ۔ ناشرین ملک فضل الدین وغیرہ لاہور)

۱۲ ۔ مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیّب صاحب۔ (تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام۔ شائع کردہ ندوۃ المصنّفین دہلی)

۱۳ ۔ مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۴ اپریل ۱۹۵۸ء)

۱۴ ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ (فتاوٰی ثنائیہ جلد اوّل موہن پورہ بمبئی نمبر ۱۱ مکتبہ اشاعت دینیات)

۱۵ ۔ مولوی محمد بخش صاحب مُسلم لاہور۔ (کتاب الاخلاق)

۱۶ ۔ مولوی عبد الرؤف صاحب رحمانی۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء)

۱۷ ۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب امیر اہلحدیث۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۶۳ء)

۱۸ ۔ علّامہ سیّد مناظر احسن صاحب گیلانی۔ (طبقات مترجم علّامہ مناظر احسن گیلانی اللجنۃ العلمیہ حیدر آباد)

۱۹ ۔ مولانا کوثر صاحب نیازی "وفاقی وزیر اَوقاف وحج"۔ ("اِسلام ہمارا دین ہے" فیروز سنز لاہور)

۲۰ ۔ مُلّا واحدی صاحب دہلوی۔ (حیاتِ سرورِ کائنات جلد دوم)

۲۱ ۔ مفتی محمود صاحب جنرل سیکرٹری جمعیتِ اسلام۔ (اذانِ سحر مولانا مفتی محمود کے انٹرویو اور تقاریر کا مجموعہ۔ ناشر عزیز پبلیکیشنز لاہور)

۲۲۔ مولانا محمود احمد صاحب (مدیر رضوان) (ہفتہ وار "رضوان" لاہور ۲۸ رفروری ۱۹۵۳ء)

۲۳۔ مفتی محمد نعیم الدین صاحب۔ (مجموعہ افاضاتِ صدر الافاضل۔ ناشر ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور)

۲۴۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودُودی۔ (الجہاد فی الاسلام طبع دوم ۱۹۴۸ء۔ شائع کردہ اچھرہ لاہور)

۲۵۔ مولانا شمس الحق صاحب افغانی بہاولپور۔ (ہفت روزہ "لولاک" لائلپور، جون ۱۹۶۸ء)

۲۶۔ جناب غلام جیلانی صاحب برؔق۔ (حرفِ محرمانہ۔ احمدیّت پر ایک نظر)

اگر سہوِ کتابت کو تحریف کہنا درست ہے تو کیا اِن سب علماء حضرات کو قرآنِ مجید میں تحریف کرنے والے قرار دیا جائے گا۔ اِس سلسلہ میں ہم ایک پمفلٹ بھی شامل کرتے ہیں جس کا عنوان ہے :۔

"حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور تحریفِ قرآن کے بُہتان کی تردید" (ضمیمہ نمبر ۱۲)

معنوی تحریف کا اِلزام بھی سراسر بے بُنیاد ہے۔ علماء نے قرآنِ مجید کے مختلف تراجم کئے ہیں اور تفسیریں لکھی ہیں اگر اِس اختلاف کو تحریف قرار دیا جائے تو پھر سب مُفسّرین اور علماء کو تحریف کا مُرتکب قرار دینا پڑے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآنی معارف اور حقائق پاک اور مُطہّر لوگوں پر کُھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ"

اگر اِن رُوحانی حقائق و معارف کو تحریف کا نام دیا جائے تو تمام اَولیائے اُمّت کو تحریف کرنیوالے قرار دیا جائے گا۔ "العیاذ باللہ"



معزز ارکانِ اسمبلی کی خدمت میں

ایک اہم گذارش

مُعزّز ارکانِ اسمبلی کی خِدمت میں ایک اہم گذارش

جماعتِ احمدیّہ پر عائد کردہ اِلزامات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد معزّز ارکانِ اسمبلی کی خدمت میں نہایت دردمند دِل کے ساتھ ہم یہ اِنتباہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مذہب کے نام پر پاکستان کے مسلمانوں کو باہم لڑانے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ایک دیرینہ سازش چل رہی ہے جس کا اِنکشاف بزمِ ثقافتِ اِسلامیہ کے صدر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے درجِ ذیل الفاظ میں مُدّتوں قبل کر رکھا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"پاکستان کی ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے مجھ سے حال ہی میں بیان کیا کہ ایک مُلّائے اعظم اور عالمِ مقتدر سے جو کچھ عرصہ ہوُا بہت تذبذب اور سوچ بچار کے بعد ہجرت کرکے پاکستان آگئے ہیں، مَیں نے ایک اِسلامی فرقے کے متعلق دریافت کیا اُنہوں نے فتویٰ دیا کہ ان میں جو غالی ہیں وہ واجبُ القتل ہیں اور جو غالی نہیں وہ واجبُ التعزیر ہیں۔ ایک اَور فرقے کی نسبت پُوچھا جس میں کروڑپتی تاجر بہت ہیں۔ فرمایا کہ وہ سب واجبُ القتل ہیں۔ یہی عالم ان تین ۳ بتیس ۳۲ علماء میں پیش پیش اور کرتا دھرتا تھے جنہوں نے اپنے اِسلامی مجوّزہ دستور میں یہ لازمی قرار دیا کہ ہر اسلامی فرقے کو تسلیم کر لیا جائے سوائے ایک کے جس کو اِسلام سے خارج سمجھا جائے۔ ہیں تو وہ بھی واجبُ القتل مگر اِس وقت علی الاعلان کہنے کی بات نہیں موقع آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ انہیں میں سے ایک دوسرے سربراہ عالمِ دین نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے جہاد فی سبیل اللہ ایک فرقے کے خلاف شروع کیا ہے اِس میں کامیابی کے بعد اِنشاء اللہ دوسروں کی خبر لی جائے گی۔"

("اقبال اور مُلّا" از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ایم۔اے، پی۔ایچ ڈی صفحہ ۱۹
یکے از مطبُوعات بزمِ اقبال لاہور)

"ختمِ نبوّت" کے مقدّس نام پر اس ارضِ پاک میں جو تحریک چلائی جا رہی ہے اُس کا پس منظر مندرجہ بالا تحریر سے خُوب واضح ہو جاتا ہے چنانچہ جناب ابُو الاعلیٰ صاحب مودودی نے ۱۹۵۳ء کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک خصوصی بیان میں یہ حیرت انگیز اعتراف کیا :-

"اِس کارروائی سے دُو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہوگئیں۔ ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفّظِ ختمِ نبوّت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جُوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں، دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرار داد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر سازباز کی ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطورِ خود لکھ لائے ہیں۔ مَیں نے محسُوس کیا کہ جو کام اِس نیّت اور طریقوں سے کیا جائے اُس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسُول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مُہروں کی طرح اِستعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے..... الخ"   (روزنامہ "تسنیم" لاہور ۲ر جولائی ۱۹۵۵ء)

اِس پس منظر میں اگر پاکستان کے گذشتہ دَور اور موجودہ پیدا شدہ صُورتِ حال پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اگرچہ موجودہ مرحلہ پر صرف جماعتِ احمدیہ کو غیر مسلم اقلیّت قرار دینے پر زور ڈالا جا رہا ہے مگر دشمنانِ پاکستان کی دیرینہ سکیم کے تحت اُمّتِ مُسلمہ کے دوسرے فرقوں کے خلاف بھی فتنوں کا ایک وسیع راستہ یقیناً کُھل چکا ہے اور ۱۹۵۳ء کے بعد سے ہی احمدیوں کے علاوہ بعض دوسرے فرقوں کو بھی غیر مُسلم اقلیّت قرار دینے کی آوازیں بلند ہونی شروع ہو چکی ہیں۔ چنانچہ شروع مارچ ۱۹۵۳ء میں کراچی کے دَر و دیوار پر ایک اِشتہار بعنوان "مطالبات" چسپاں تھا جو بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

مُطالبات

فِرقۂ دیوبندیہ کو علیحدہ اقلیّتی فِرقہ تسلیم کیا جائے

چند علماء کی مجلسِ شوریٰ کے وضع شدہ "اِسلامی حکومت کے بُنیادی اصول" نظر سے گذرے جس کی دفعہ ۹ میں اِسلامی فِرقوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی تفصیل ندارد۔ بظاہر اِس نظر اندازی کی وجہ دَورِ برطانیہ کے پَیدائشی اقلیّتی فرقہ کی تخلیقی و سیاسی اغراض کی تکمیل اور اس کو پاکستان کے اکثریّتی فرقہ میں مُدغم دکھا کر اس کے ہاتھوں اکثریّت کے عقائد پائمال کرانا معلوم ہوتی ہے اِس لئے ہم کُھلے الفاظ میں حکومتِ پاکِستان پر یہ واضح کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ خدّامِ اَولیاءُ اللّٰہ یعنی اہلسُنّت والجماعت فِرقہ پاکِستان کی اکثریّت ہے۔ جو مذہب اور مَسلک آج اس کا ہے وہی عہدِ شہابُ الدّین غوری سے تاشاہ عالم بادشاہِ دہلی مملکتِ اِسلامیہ "غیر مُنقسِم" ہند کا مذہب و مَسلک رہا ہے۔

پاکِستان کے اِس مُسلّم اکثریّت کے عقائد ہیں :-

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اَدب اور آداب —— تعیّن کے ساتھ ایصالِ ثواب معیّنہ تاریخوں پر نذر و نیاز بزرگانِ اِسلام کے مقرّرہ تاریخوں میں اعراس، محافلِ میلاد اور اس میں قیام کے ساتھ صلوٰۃ و سَلام وغیرہ وغیرہ داخل ہیں۔

لیکن دَورِ برطانیہ کا پَیدائشی اقلیّتی فرقہ اکثریّت کے مذکورہ بالا مُعتقدات کو شِرک اور بِدعت قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے اور ابتداءً جو پابندیاں ابنِ سعود کی جانب سے مُعتقداتِ قدیمہ کی بجا آوری پر عائد تھیں ویسی پابندیاں اکثریّت کے عقائدِ بالا کی بجا آوری پر یہ اقلیّتی فرقہ بھارت اور پاکِستان میں عائد کرنا جائز سمجھتا ہے۔ اس اقلیّتی فرقہ کی تخلیق ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدِ حکومت میں ہوئی اور اس کے بانی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ہیں جنہوں نے انگریزوں پر جہاد ناجائز قرار دیا مگر انگریزوں کے ایماء سے سکّھوں پر

جہاد فرمایا اور امکانِ کذب اور امکانِ نظیر نعوذ باللہ خدا کے جھوٹ بولنے اور رسول ؐ کے مثل پیدا ہونے کے خود تراشیدہ عقائد وضع فرمائے۔

۱۸۵۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کے سامنے ہندوستان کو عیسائی بنانے کی جو اسکیم پیش کی گئی تھی اس کی ایک دفعہ یہ ہے :۔

"ہندوستان کے بُت پرستوں "یعنی غیر عیسائیوں" کو ان کے سیاسی اور مذہبی میلوں میں جمع نہ ہونے دو۔"

اِس اسکیم کے بعد مولوی اسمٰعیل صاحب کے معطّلہ مشن میں نئی رُوح داخل ہوئی اور ان کے وضع کردہ عقائد اور حدود خطوط پر قصبۂ دیوبند میں ان کے قائم کردہ فرقہ کی تشکیلِ جدید عمل میں آئی۔ "بدیں وجہ" اَب وہ دیوبندی فرقہ کے نام سے موسُوم ہیں مگر یہ فرقہ تعداد میں کم ہے اِس لئے خود کو اہلسُنّت والجماعت میں داخل کہتا ہے حالانکہ اس کے عقائد اہلسُنّت والجماعت سے قطعی جُدا ہیں یعنی جس طرح سِکھ ہندوؤں سے نکلے مگر ہندو نہیں ہیں یا انگلینڈ کے پروٹسٹنٹ رومن کیتھولک سے نکلے مگر رومن نہیں اسی طرح دیوبندی فرقہ اہلسُنّت والجماعت سے نکلا مگر اہلسُنّت والجماعت نہیں۔ اقلیتی فرقہ دیوبندیہ کے نمائندگانِ خصوصی مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا سیّد سلیمان ندوی صاحب، مولوی احتشام الحق صاحب، مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی وغیرھم ہیں مگر اکثریت کے عقائد اور اس کے حقوق کی نظر اندازی اصولِ جمہوریت کی توہین کے مترادف ہے اِس لئے اکثریت کی جانب سے حسبِ ذیل مطالبات پیش کئے جاتے ہیں :۔

۱۔ جمہوریۂ پاکستان کے امیر کے مسلمان ہونے کی دفعہ میں اس کا اکثریت کا ہم عقیدہ ہونا لازمی شرط قرار دیا جائے۔

۲۔ اہلسُنّت والجماعت سے دیوبندی فرقہ کو علیحدہ فرقہ تسلیم کیا جائے۔

۳۔ دیوبندی فرقہ کی اہلسُنّت والجماعت کے مُعتقدات اور اَوقاف میں مداخلت قانوناً ممنوع قرار دی جائے۔

اِن مطالبات کا مقصد پاکستان میں فرقہ بندی کو ہَوا دینا نہیں بلکہ ان کا مقصد پاکستان سے ہمیشہ کے لئے

فرقہ وارانہ فسادات کو ختم کرانا اور اکثریت کا تحفظ واظہار نفس الامری ـــــ کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ ہنری ہشتم کے عہدِ حکومت میں بعض چھپتے پروٹسٹنٹ پادریوں نے خود کو رومن ظاہر کرتے ہوئے اور رومن مذہب کی ترقی کے لئے حکومتِ الٰہیہ اور نظامِ عیسوی کے نغمے بلند فرما کر ہی پارلیمنٹ کے ذریعہ رومن کیتھولک مذہب کو" انگلینڈ کی سرزمین سے ختم کرایا تھا" اگر اہلسنّت والجماعت کے سر پر دیوبندی فرقہ کو مسلّط کیا گیا تو اس کے معنیٰ ہنری ہشتم اور رومن کیتھولک کی تجدید کے ہوں گے۔

الدّاعیان الی الخیر

(آگے حضرت مولانا مخدوم سیّد ناصر جلالی سرپرست جمعیت العلماءِ پاکستان کے علاوہ بہت سے بریلوی علماء کے دستخط ثبت ہیں)

(بحوالہ ماہنامہ طلوعِ اسلام مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۴، ۶۵)

شیعی رسالہ" المنتظر" لاہور نے ۱۹۷۰ء میں لکھا کہ :۔

"جمعیّت کا منشور مرتّب کرنے والوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے سوا دوسرے اسلامی فرقوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لئے بھی دفعہ شامل کر دی ہے ختمِ نبوّت کا تو بہانہ ہے ورنہ لفظ" وغیرہ" میں اِتنی گنجائش موجود ہے کہ مُفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اِسلام کے کسی بھی فرقہ کو غیر اسلامی بنا کر رکھ دیں گے۔" ("المنتظر" لاہور ۵ فروری ۱۹۷۰ء صـ۱۰)

" المنتظر" نے جس خطرہ کا اظہار کیا تھا وہ دوسال بعد حقیقت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کا دستاویزی ثبوت" خلافتِ راشدہ کانفرنس" ملتان کی مندرجہ ذیل قرارداد ہے :۔

" خلافتِ راشدہ کانفرنس ملتان کا یہ عظیم الشّان اجلاس حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب شیعوں نے مسلمانوں سے علیحدہ اَوقاف اور علیحدہ نصابِ تعلیم کا مطالبہ کر کے مِلّت سے علیحدگی کا ثبوت دیا ہے اور اِس طرح عملاً یہ دعوٰی کیا ہے کہ وہ عامۃ المسلمین سے جُدا ایک مستقل اقلیّت ہیں اور حکومت نے بھی ان کی اس علیحدگی کو تسلیم کر لیا ہے تو شیعوں کو ہر شعبہ میں

علیحدہ کر دیا جائے۔ آئین ساز اداروں اور ملازمتوں میں بھی ان کو تناسبِ آبادی کے لحاظ سے حِصّہ دیا جائے۔ آج سُنّی بیچارہ عموماً اَدنیٰ ملازم ہے اور اکثر اعلیٰ اور با اختیار پوسٹوں پر شیعہ ہی نظر آتے ہیں۔ سوادِ اعظم کا پُرزور مطالبہ ہے کہ حکومت اس علیحدہ پسند فرقہ کو ملازمتوں وغیرہ میں بھی علیحدہ کر دے اور کلیدی اسامیوں اور اعلیٰ ملازمتوں میں اس کی تعداد کے تناسب سے حِصّہ دے۔

محرّک :۔ حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی۔

مؤیّد :۔ حضرت مولانا قائم الدین صاحب "

(ہفت روزہ "ترجمانِ اسلام" لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء ص۵ کالم نمبر ۵)

فرقہ اہلِ حدیث کے علماء مندرجہ بالا قرارداد کے حق میں عملاً اِعلان کر چکے ہیں اور احمدیوں کی طرح شیعہ اصحاب کو بھی ختمِ نبوّت کا مُنکر گردان رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا حنیف ندوی لکھتے ہیں :۔

"نبوّت کے ساتھ ساتھ حضرات شیعہ کے نزدیک ایک بالکل متوازی نظام امامت کا بھی جاری ہے یعنی جس طرح انبیاء کی بعثت ضروری ہے اسی طرح اَئمّہ کا لقب ضروری ہے ..... واقعہ وعمل کے اعتبار سے اجرائے نبوّت اور اجرائے امامت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔"

(مرزائیّت نئے زاویوں سے)



پاکستان کے مختلف فرقوں کے عقائد

جو

دوسرے فرقوں کے نزدیک محلِ نظر ہیں

پاکستان کے مختلف فرقوں کے عقائد

جو

دوسرے فرقوں کے نزدیک محلِ نظر ہیں

معزز ارکانِ اسمبلی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کافرگری کی وہ تلوار جو آج ہمیں کاٹ کر الگ پھینکنے کی کوشش میں اُٹھائی جارہی ہے وہی شیعہ، دیوبندی مسلک کے مسلمانوں ہی کو نہیں، پاکستان کے ہر مکتبِ فکر کو زیادہ بھیانک اور شدید صورت میں کاٹ پھینکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اِس واضح حقیقت کے ثبوت میں مختلف فرقوں پر وارد کیئے جانے والے اُن اعتراضات کا ایک مختصر خاکہ بطور نمونہ درج کرنا کافی ہو گا جن کی بناء پر ان فرقوں پر بھی فردِ جُرم عائد کی جاتی ہے۔

یہ معاملہ ممبرانِ قومی اسمبلی کی صوابدید پر چھوڑا جاتا ہے کہ کس حد تک ان عقائد کی بناء پر ان فرقوں کو غیر مسلم قرار دینے کا جواز یا عدمِ جواز پایا جاتا ہے۔

بریلوی فرقہ

۱۔ آنحضرتؐ کو خدا تعالیٰ کا درجہ دیتے ہیں۔ (شمعِ توحید صہ مصنفہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری)

۲۔ خدا کے علاوہ بزرگوں کو مشکل کُشا سمجھتے اور مدد مانگتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ لاہور اگست ۱۹۱۵ء ص۳۲)

۳۔ علی پور سیّداں کو سیّد القریٰ سمجھتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ جون ۱۹۱۵ء ص۱۹)

۴۔ ختمِ نبوّت کے مُنکر ہیں۔ (انسانِ کامل باب ۳۶ مؤلفہ سیّد عبدالکریم جیلی)

۵۔ سلسلہ وحی و الہام کو جاری سمجھتے ہیں۔ (میخانہ درد صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵، فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

۶۔ اِصطلاحاتِ اسلامی مثلاً آنحضرت، اُمّ المؤمنین، رضی اللہ عنہ، کا خطرناک استعمال اپنے بزرگوں

کے لئے کرتے ہیں۔ (نظم الدرر فی سلک السیر مولفہ مُلّا صفی اللہ صاحب)

(اشاراتِ فریدیہ قلائد الجواہر)

۷۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔ (نصرت الابرار ص۱۲۹ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۸۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ (چٹان ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۹۔ انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ (چٹان ۵ نومبر ۱۹۶۲ء ص۸)

۱۰۔ سیّد جماعت علی شاہ کو ہادی اور شافع سمجھتے ہیں۔

(انوار الصوفیہ لاہور ستمبر ۱۹۱۳ء ص۲۳ و اگست ۱۹۱۵ء ص۳۲)

۱۱۔ سیّد جماعت علی شاہ کو حضور کے برابر سیّدوں کے سیّد مظہرِ خدا۔ نورِ خدا۔ شاہِ لولاک اور ہادئ کل قرار دیتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ ستمبر ۱۹۱۲ء ص۱۵ و ستمبر ۱۹۱۱ء ص۱۷ و جولائی ۱۹۱۲ء ص۸)

۱۲۔ آنحضرتؐ کو عرش تک حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی نے پہنچایا۔ (گلدستۂ کرامات ص۱۸)

۱۳۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضورؐ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہیں۔

(رسالہ العقائد ص۲۴ مؤلفہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری)

۱۴۔ جبرائیل قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے۔

(دلائل السلوک ص۱۲۷ مؤلفہ مولانا اللہ یار خاں چکڑالہ ضلع میانوالی)

۱۵۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کی توہین کرتے ہیں۔

(ارشادِ رحمانی و فضلِ یزدانی از مولوی محمد علی صاحب مونگیری صفحہ ۵۱، ۵۲ گلدستۂ کرامات ص۹۴)

دیوبندی فرقہ

۱۔ خدا تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قادر سمجھتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص۱۹ دیوبندی مذہب از مولانا غلام مہر علی شاہ گولڑوی)

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بچوں مجنونوں اور جانوروں کے علم کے برابر سمجھتے ہیں۔

(حفظ الایمان مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ دیوبند ص ۹)

۳۔ شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے وسیع تر تھا۔ (براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد مصدقہ رشید احمد گنگوہی ص ۵۱)

۴۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو رحمۃ للعالمین کہتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ از مولانا اشرف علی تھانوی جلد ۱۱ ص ۱۰۵)

۵۔ دیوبندیوں نے معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو جہنم میں گرنے سے بچایا۔

(بلغۃ الحیران بحوالہ دیوبندی مذہب ص ۸)

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُردو سیکھنے میں دیوبندیوں کے شاگرد ہیں۔

(براہین قاطعہ بحوالہ دیوبندی مذہب ص ۲۶)

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کا گنبدِ خضراء ناجائز اور حضرت امام حسین اور حضرت مجدد الف ثانی کے روضے ناجائز اور حرام ہیں۔ (فتاوٰی دیوبند جلد ۱ ص ۱۴)

۸۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بانیٔ اِسلام کے ثانی ہیں۔ (مرثیہ تحریر کردہ مولانا محمود الحسن)

۹۔ دیوبندی ختمِ نبوت کے مُنکر ہیں۔ (رسالہ تحذیر النّاس از مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی)

۱۰۔ خانہ کعبہ میں بھی گنگوہ کا رستہ تلاش کرتے ہیں۔ (مرثیہ از مولانا محمود الحسن)

۱۱۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کی توہین کرتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ جلد ۶ ص ۳۷)

۱۲۔ رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین کی مقدس اصطلاحات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔

(رسالہ تبیان دادولی شریف فروری ۱۹۵۴ء ص ۹)

۱۳۔ دیوبندیوں کا کلمہ لا الٰہ اِلّا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور درُود اللّٰھمّ صلّ علیٰ سیّدنا ونبیّنا ومولانا اشرف علی۔ (رسالہ الامداد مولانا اشرف علی بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵)

۱۴۔ ماں کے ساتھ زنا عقلاً جائز سمجھتے ہیں۔

(افاضات الیومیہ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جلد ۲)

۱۵ - دیوبندی انگریز کے وفادار رہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ)

مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات "دیوبندی مذہب" مؤلفہ مولانا غلام مہر علی شاہ صاحب سے لئے گئے ہیں۔

اہلِ حدیث

۱ - انگریزوں کے خلاف جہاد کو غدر اور حرام سمجھتے ہیں۔

(رسالہ اشاعت السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ ص ۳۰۸ حیاتِ طیبہ ص ۲۹۶ مصنفہ حیرت دہلوی)

۲ - قرآن پر حدیث کو مقدم جانتے ہیں۔ (رسالہ اشاعت السنہ جلد ۱۳ نمبر ۱ ص ۲۹۶)

۳ - کروڑوں محمدؐ پیدا ہوسکنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (تقویت الایمان ص ۴۲)

۴ - کئی خاتم النبیین کے قائل ہیں۔ (ردّ قول الجاہلین فی نصر المؤمنین صفحہ ۴، ۶ سنہ ۱۲۹۱ھ مؤلفہ مولانا محمد صدیق نیشاپوری)

۵ - آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کے مجرم ہیں۔

(صراطِ مستقیم مترجم ص ۱۰ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

۶ - پنڈت نہرو کو رسول السلام اور گاندھی کو امام مہدی اور بالقوہ نبی سمجھتے ہیں۔

(تاریخ حقائق ص ۵۹ تا ص ۶۳ مؤلفہ مولانا محمد صادق صاحب خطیب زینۃ المساجد گوجرانوالہ ماہ طیبہ مارچ ۱۹۵۶ء)

۷ - ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ (اقتراب الساعۃ ص ۱۶۲)

۸ - سلسلہ وحی و الہام کو جاری سمجھتے ہیں۔

(اثبات الالہام و البیعہ ص ۱۴۸ و سوانح مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مصنفہ مولوی عبدالجبار غزنوی)

۹ - ہمیشہ انگریزوں کی خوشامد کرتے رہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

۱۰ - ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو غدر کہتے ہیں۔ (الحیاۃ بعد الممات ص ۱۲۵ مؤلفہ حافظ عبدالغفار)

۱۱ - حکومتِ برطانیہ ان کے نزدیک اسلامی سلطنتوں سے بہتر ہے۔ (اشاعت السنہ جلد ۹ کے صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)

۱۲ - سلطنتِ برطانیہ کے دائمی غلام ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ (اشاعت السنہ جلد ۹ صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶)

۱۳۔ انگریز کا خود کاشتہ پودا۔ (رسالہ طوفان ۷ نومبر ۱۹۶۲ء)

۱۴۔ انگریز اولوالامر ہیں۔ (داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص ۹۸)

۱۵۔ ہندوستان سے باہر بھی انگریزوں کی ایجنٹی کرتے رہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

۱۶۔ ترکی حکومت کو پارہ پارہ کیا۔ (تاریخی حقائق ص ۷۶ تا ص ۸۱ از مولانا محمد صادق خطیب گوجرانوالہ)

۱۷۔ جہاد کے خلاف فتویٰ دے کر جہالت حاصل کی۔

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹ از مولانا مسعود احمد ندوی)

جماعتِ اسلامی

۱۔ قرآنی سورتوں کے نام جامع نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن حصہ اول ص ۴۴)

۲۔ اسلام فاشزم اور اشتراکیت سے مماثل نظام ہے جس میں خارجیت اور انارکزم تک کی گنجائش ہے۔

(اسلام کا سیاسی نظام بحوالہ طلوعِ اسلام ۱۹۶۳ء ص ۱۳)

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔

(حقیقتِ جہاد ص ۶۵)

۴۔ فرشتے تقریباً وہی چیز ہیں جس کو ہندوستان میں دیوی دیوتا قرار دیتے ہیں۔[1]

(تجدید و احیائے دین ص ۱۰ حاشیہ طبع چہارم)

۵۔ قرآنِ مجید میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے نہ کتابی اسلوب۔ (تفہیم القرآن دیباچہ ص ۲۵)

۶۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے غلطیاں صادر ہوئیں۔ (ترجمان القرآن جلد ۳ ۳ ۲ ص ۹۹)

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب سے جذبۂ اکابر پرستی محو نہ ہو سکا۔

(ترجمان القرآن جلد ۲ اعداد ۴ ص ۲۹۵ بحوالہ مودودیت کا پوسٹمارٹم ص ۳۸)

---

[1] نئے ایڈیشنوں میں تحریف کر کے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔

۸۔ حضرت خالد بن ولید غیر اسلامی جذبہ کے حدود کی تمیز نہ کرسکے۔

(ترجمان القرآن جلد ۱۲ عدد ۴ صفحہ ۲۹۵ بحوالہ مودودیت کا پوسٹمارٹم صفحہ ۳۸)

۹۔ اسلامی تصوف کے بنیادی نظریے میں بڑی بھاری غلطی موجود ہے۔

(ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۱ صفحہ ۱)

۱۰۔ بخاری شریف کی حدیثوں کو بلا تنقید قبول کرلینا صحیح نہیں۔ (ترجمان القرآن جلد ۳۹ صفحہ ۱۱۷)

۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مصطفےٰ کمال تک کی تاریخ کو اسلامی کہنا مسلمانوں کی غلطی ہے۔

(ترجمان القرآن جلد ۲ نمبر ۱ صفحہ ۷)

۱۲۔ اہل حدیث حنفی۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ شیعہ۔ سُنی جہالت کی پیدا کی ہوئی اُمتیں ہیں۔

(خطبات صفحہ ۷۶ از مودودی صاحب)

۱۳۔ مسلمان قوم کے نوسو ننانوے فی ہزار افراد حق و باطل سے ناآشنا ہیں۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۱۵)

۱۴۔ امام مہدی ایک نیا مذہبِ فکر پیدا کرے گا۔ (تجدید و احیائے دین صفحہ ۵۲ تا صفحہ ۵۴)

۱۵۔ جمہوری اصول پر مبنی اسمبلیوں کی رُکنیت بھی حرام اور ان کے لئے ووٹ ڈالنا بھی حرام ہے۔

(رسائل و مسائل حصہ اوّل صفحہ ۳۷۴)

۱۶۔ پاکستان نا پاکستان، جنّت الحمقاء اور مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہے جو مسلمانوں کی مرکب حماقت سے قائم ہوئی۔ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش صفحہ ۲۹ تا صفحہ ۳۲ طبع اوّل حصہ سوم

روئیداد جماعتِ اسلامی حصہ پنجم صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵)

۱۷۔ قائدِ اعظم رجلِ فاجر۔ (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۴۰ تا صفحہ ۱۵۴)

۱۸۔ جہادِ کشمیر ناجائز۔ (نوائے وقت ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء و ترجمان القرآن جون ۱۹۴۸ء)

مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات رسالہ "مودودی شہ پارے" میں درج ہیں۔

چکڑالوی اور پرویزی فرقہ

۱۔ حدیثوں کو شرعاً سند نہیں مانتے۔

۲۔ لفظ اللہ سے قرآنی معاشرہ مُراد لیتے ہیں۔ (نظامِ ربوبیت ص۱۶۲ از جناب غلام احمد پرویز)

۳۔ قرآنی حکومت نماز اور زکوٰۃ کی جزئیات میں ردّ و بدل کی مجاز ہے۔

(قرآنی فیصلے ص۱۲ فردوسِ گم گشتہ ص۳۵۱ خدا اور سرمایہ دار ص۱۳۶ شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام)

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں بلکہ قرآن مجید خاتم النبیین ہے۔

(رسالہ اشاعت القرآن ۱۵ جون ۱۹۲۴ء ص۳۱)

۵۔ ہر عاملِ قرآن مہدی ہے۔ (رسالہ اشاعت القرآن لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۲۴ء)

۶۔ معراج کے منکر ہیں۔ (نوادرات ص۱۰ از علامہ اسلم جیراجپوری)

۷۔ برطانوی حکومت کے خوشامدی رہے۔ (رسالہ اشاعت القرآن ۱۵ جون ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۹۔۳۲)

شیعہ مذہب

۱۔ حضرت علیؓ خدا ہیں۔ (تذکرۃ الائمہ ص۹۱)

۲۔ حضرت علیؓ خدا ہیں اور محمدؐ اس کے بندے ہیں۔ (مناقب مرتضوی حیات القلوب جلد ۲ باب ۴۹)

۳۔ خدا تعالیٰ نے تمام کائنات ائمہ تشیع کے تصرف اور اطاعت پر مامور کر دی ہے۔

(ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم ص۳۴۸)

۴۔ حضرت علیؓ فرزندِ خدا ہیں۔ (رسالہ نورتن ص۲۶)

۵۔ ہم امیر المؤمنین کو حلّالِ مشکلات اور کاشف الکروب مانتے ہیں۔

(شیعہ مذہب میں وہابیت کی روک تھام کیلئے دوسرا مقالہ ظہورِ علی بمقامِ قاب قوسین صفحہ ۱۵، ۱۶)

۶۔ جب تک کوئی شخص ایک تیسرے جُز یعنی اولوالامر کی اطاعت کا اقرار نہیں کرتا اس وقت تک وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ (معارفِ اسلام لاہور علی و فاطمہ نمبر اکتوبر ۱۹۶۸ء ص۴۴)

۷۔ قرآن دراصل حضرت علیؓ کی طرف نازل ہُوا تھا۔ (رسالہ نورتن ص۳۷)

۸۔ حضرت علیؓ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ (غنیۃ الطالبین اور حق الیقین مجلسی باب ۵)

۹۔ اگر حضرت علیؓ شبِ معراج میں نہ ہوتے تو حضرت محمدؐ رسول اللہ کی ذرہ قدر بھی نہ ہوتی۔ (جلاء العیون مجلسی از خلافتِ شیخین ص۱۷)

۱۰۔ اصل قرآن امام مہدی کے پاس ہے جو چالیس پارے کا ہے موجودہ قرآن بیاضِ عثمانی ہے جس میں کامل دس پارے کم ہیں۔ (اسباق الخلافت تفسیر لوامع التنزیل جلد ۲ مصنفہ سید علی الحائری لاہوری تفسیر صافی جز ۲۲ ص۴۱۱)

۱۱۔ حضرت عزرائیل حضرت علیؓ کے حکم سے اَرواح قبض کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الائمہ ص۹۱)

۱۲۔ حضرت ابا بکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں حضرت فاطمہ کے جمال پر فریفتہ تھے اور اسی سبب سے ہجرت کی۔ (کتاب کامل بھائی اور کتاب خلافتِ شیخین ص۴۱)

۱۳۔ حضرت عمرؓ ایسے مرض میں مُبتلا تھے جس سے ان کو لواطت کے بغیر راحت نہیں ہوتی تھی۔ (الزہرا بحوالہ شیعہ سُنّی اتحاد ص۴)

۱۴۔ حضرت ابوبکرؓ سے مسجدِ نبوی میں منبرِ نبوی پر سب سے اوّل بیعتِ خلافت شیطان نے کی۔ (کتاب امامی امام اعظم طوسی شیعی و خلافتِ شیخین ص۲۵)

۱۵۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں وقال الشّیطان آیا ہے وہیں ثانی (عمر) مُراد ہے۔ (بحوالہ مقبول قرآن امامیہ ص۵۱۲)

۱۶۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کافر فاسق تھے۔ (حیات القلوب مجلسی باب ۵۱)

۱۷۔ شیطان حضرت علیؓ کی شکل پر متمثّل ہو کر مارا گیا۔ (تذکرۃ الائمہ ص۹۱)

۱۸۔ سوائے چھ اصحاب کے..... باقی جمیع اصحاب الرسول مُرتد اور منافق تھے۔

(کتاب وفات النبی سلیم ابن قیس الہلال مجالس المؤمنین
مجلس سوم قاضی نور اللہ حیات القلوب باب۵ ص۱۱)

۱۹۔ عمرؓ نے کُتیا کی شکل اختیار کرکے چھ بچوں کو جنم دیا اور انتہائی ذلیل ہوئے۔

(کتاب عیسائیت اور اسلام مسلمان بادشاہوں کے تحت ص۲۴۲)

۲۰۔ حضور اقدس پر انتہائی ناپاک الزام..... (خلاصۃ المنہج قلمی جلد اول زیر آیت سورۃ النساء)

۲۱۔ حضرت علیؓ اور ان کے باقی ائمہ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ (حق الیقین مجلسی باب۵)

۲۲۔ ہمارے گروہ کے علاوہ تمام لوگ اولادِ بغایا ہیں۔

(الفروع من الجامع الکافی جلد۳۔ کتاب الروضہ ص۱۳۵)

۲۳۔ اگر میّت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہلِ بیت ہو اور نماز بضرورت پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کہے۔ اللّٰھم ..... اے اللہ تو اس کو آگ کے عذاب میں داخل کر۔

(تحفۃ العوام صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷ بار چہارم)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات "قاطع انف الشیعۃ الشنیعہ اور شیعہ سُنّی اتحاد کی مخلصانہ اپیل" سے ماخوذ ہیں۔



شیعوں کی طرف سے انگریز کی کافرانہ حکومت کی حمایت اور جہاد کی مخالفت

۱۔ موعظہ تحریفِ قرآن صفحہ ۷۱، ۷۲ بار دوم

۲۔ ڈبلیو۔ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ ۱۷۸۔۱۸۰

۳۔ موعظہ تقیہ صفحہ ۷۳، ۷۴ بار سوم

۴۔ اخبار وکیل امرتسر ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں بیان آغاخان

وحدتِ اسلامیہ کی بقاء کی واحد صورت

ہمارے نزدیک عالمِ اسلام خصوصًا پاکستان پہلے ہی مذہب کے نام پر شورشوں سے بہت نقصان اُٹھا چکا ہے اِس لئے معزّز ایوان کا فرضِ اوّلین ہے کہ وہ احمدی مسلمانوں کے خلاف موجودہ فسادات اور ہنگامہ آرائی کے پیشِ نظر فرقہ پرستی کے خوفناک نتائج پر غور کرے۔ مولانا عبدالمجید سالک نے ۱۹۵۲ء میں حکومتِ پاکستان کو یہ مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ:۔

"ہمارا کام صرف اِتنا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ہر قائل کو مسلمان سمجھیں اور مسلمان کی تکفیر کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں بلکہ وقت آگیا ہے کہ اسلامی حکومت تکفیرِ مسلمین کو قانونًا جرم قرار دے دے تا معاشرۂ اِسلامی اِس لعنت سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔" (روزنامہ "آفاق" ۵ دسمبر ۱۹۵۲ء)



حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

کا

پُردرد اِنتباہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا پُردرد انتباہ

اِس محضر نامہ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک پُرشوکت بیان پر ختم کیا جاتا ہے۔ آپ نے اُمّتِ مُسلمہ کے علماء اور زُعماء کو دَرد بھرے دِل سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"دُنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے .....

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مَرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بُوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مِل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شَل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پُورا نہ کرے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتّھر میرے لئے گواہی دیں پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اَور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اَور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ مَیں اُس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جُھوٹ اور اِفتراء کے ساتھ ہو اور نیز اُس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عَین وقت پر خداوندِ قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پَیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ مَیں اُس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مِل کر کُچلنا چاہیں۔ اِنسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔

اور بشر کیا ہے محض ایک مُضغہ۔ پس کیونکر مَیں حیّ و قیّوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مُضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذّبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸، ۹)

"مَیں نصیحتاً لِلّٰہ مخالف علماء اور اُن کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریقِ شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددُعائیں کریں اور رو رو کر میرا اِستیصال چاہیں پھر اگر مَیں کاذِب ہُوں گا تو ضرور وہ دُعائیں قبول ہو جائیں گی۔ اور آپ لوگ ہمیشہ دُعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اِس قدر دُعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اِس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گِھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرتِ گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دُعائیں سُنی نہیں جائیں گی کیونکہ مَیں خُدا سے آیا ہُوں ..... کوئی زمین پر مَر نہیں سکتا جب تک آسمان پر نہ مارا جائے۔ میری رُوح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السّلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ مَیں وہ پَودا نہیں ہُوں کہ اُن کے ہاتھ سے اُکھڑ سکوں..... اے خدا! تُو اِس اُمّت پر رحم کر۔ آمین۔"

("اربعین" نمبر ۴ صفحہ ۵ تا ۷)

دُعاء

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے مُعزّز ارکانِ اسمبلی کو ایسا نُورِ فراست عطا فرمائے کہ وہ حق و صداقت پر مبنی اُن فیصلوں تک پہنچ جائیں جو قرآن و سُنّت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں اور پاکستان ترقّی و سربلندی اور عروج و اقبال کے اُس عظیم الشّان مقام تک پہنچ جائے جس کا تصوّر جماعتِ احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رض نے ۱۹۴۷ء میں درج ذیل الفاظ میں پیش کیا تھا:۔

"ہم نے عَدل اور انصاف پر مبنی پاکستان کو اِسلامک یُونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔ یہی اِسلامستان ہے جو دُنیا میں حقیقی اَمن قائم کرے گا اور ہر ایک کو اُس کا حق دلائے گا۔ جہاں رُوس اور امریکہ فیل ہوئا صرف مکّہ اور مدینہ ہی اِنشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔"

(روزنامہ الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

واخر دعوٰنا ان الحمد لِلّٰہ ربّ العٰلمین